صَرْفُ العِنَانِ عَنْ مَطَاعِنِ مُعَاوِيَة بِنْ اَبِی سُفْیَانَ

حضرت سیدنا امیر معاویہ رضی اللہ عنہ پر اعتراضات کے جوابات



تصنیفِ لطیف

حضور فیض ملت مُفسر اعظم پاکستان

حضرت علامہ الحافظ ابو صالح مفتی

محمد فیض احمد اویسی رضوی رحمۃ اللہ علیہ

Owaisi Books

www.faizahmedowaisi.com

پیش لفظ

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

نَحۡمَدُہٗ وَنُصَلِّیۡ عَلٰی رَسُوۡلِہِ الۡکَرِیۡمِ

امابعد! فقیر اویسی غفرلہ نے ''الرفاهيه فی الناہيه عن ذم امير معاويه'' تصنیف سے پہلے یہ رسالہ ''صَرْفُ العِنَانِ عَنْ مَطَاعِنِ مُعَاوِيَة بِنْ اَبِي سُفْيَانَ'' مرتب کرلیا تھا۔ لیکن اس کی اشاعت نہ ہوسکی۔ اس سے قبل ''الرفاهيه'' تصنیف شائع ہوگئی۔

سوالات وجوابات اکثر ''الرفاهيه'' سے لئے گئے ہیں، معمولی سا اضافہ کرکے عزیزم حاجی محمد احمد صاحب قادری اُویسی کو اشاعت کے لئے سپرد کردیا ہے۔ اللہ تعالیٰ اسے فقیر اور ناشرین کے لئے توشہ راہ آخرت اور قارئین کے لئے مشعل راہ ہدایت بنائے۔

آمین بجاهِ سید المرسلین صلی اللّٰه علیه وعلی آله واصحابه اجمعین

مدینے کا بھکاری

الفقیر القادری ابوالصالح محمد فیض احمد اُویسی رضوی غفرلہ

۲۵ ربیع الآخر ۱۴۲۴ھ

مقدمہ

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

اَلۡحَمۡدُ لِلّٰہِ رَبِّ الۡعٰلَمِیۡنَ وَالصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلٰی إِمَامِ الۡأَنۡبِیَاءِ وَالۡمُرۡسَلِیۡنَ وَعَلٰی آلِہِ الطِّیِّبِیۡنَ وَأَصۡحَابِہِ الطَّاھِرِیۡنَ وَأُمَّھَاتِہِ وَأَزۡوَاجِہِ وَذُرِّیَّاتِہِ أَجۡمَعِیۡنَ

امابعد! فقیر نے رسالہ ''تَطۡھِیۡرُ الۡجَنَانِ عَنۡ مَطَاعِنِ الۡعُمَرَیۡنِ وَعُثۡمَانَ بۡنِ عَفَّانَ'' اختصار کے ساتھ لکھا۔اہل اسلام کیلئے مفید ثابت ہوا۔ارادہ ہوا کہ مطاعن صحابہ رضی اللہ عنہم کو تفصیل سے لکھوں۔چونکہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم میں سے زیادہ مطعون سیدنا امیر معاویہ رضی اللہ تعالٰی عنہ ہیں اسی لئے سب سے پہلے ان پر مطاعن کے جوابات عرض کروں۔اس مجموعہ میں وہ تمام مطاعن جو شیعہ اور بعض جاہل سنیوں سے حضرت امیر معاویہ رضی اللہ تعالٰی عنہ پر وارد ہوتے ہیں، جمع کرکے ان کے جوابات لکھ کر نام ''صَرۡفُ العِنَانِ عَنۡ مَطَاعِنِ مُعَاوِیَۃ بِنۡ اَبِیۡ سُفۡیَانَ '' تجویز کیا۔

وماتوفیقی الا باللہ العلی العظیم

وصلی اللہ علی حبیبہ الکریم الرؤف الرحیم الامین وعلی آلہ واصحابہ اجمعین

مدینے کا بھکاری

الفقیر القادری ابوالصالح محمد فیض احمد اُویسی رضوی غفرلہٗ

۲۵ ربیع الآخر ۱۴۲۴ھ

☆......☆......☆

بِسۡمِ اللّٰهِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِيۡمِ

۱)صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے فضائل و مناقب قرآن واحادیث میں صراحۃً وارد ہیں ان میں سیدنا امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ بھی شامل ہیں۔

۲)لاکھوں کروڑوں اولیاء از آدم تا قیامت حضور سرور عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ایک صحابی کے مرتبہ سے کم ہیں۔

۳)امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے عظیم القدر صحابی اور رشتہ میں سالے اور قریبی رشتہ دار ہیں بلکہ آپ نبی پاک صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے کاتبِ وحی ہیں۔

۴)حضور نبی پاک صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اپنے صحابہ کرام پر زبان درازی کرنے سے منع فرمایا ہے اور اس کے خلاف کرنے والے کو سخت وعیدیں سنائی ہیں۔

۵)ہر حکومت کا قانون ہوتا ہے کہ عوام پر لازم ہے حکومت کے مخصوص لوگوں کے خلاف کوئی بات نہ کریں۔

۶)حضرت امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ خاندانِ نبوت کے خاص بلکہ اَخَص (خاص الخاص) ہیں۔

۷)ہر شخص کو اپنا دوست اور لائق رشتہ دار پیارا ہوتا ہے۔ کیا ہمارے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو اپنے صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم پیارے نہیں تھے۔

فضائل امیر معاویہ رضی اللّٰہ تعالیٰ عنہ: وہ فضائل و کمالات جو قرآن مجید کی صریح نصوص اور احادیثِ مبارکہ میں صاف بیان ہوئے ہیں اور مجموعی طور فضائل صحابہ واہلبیت اور حضور سرور عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے رشتہ داروں کی بزرگی و شرافت میں امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ شامل ہیں۔ باوجود ایں ہمہ حضور نبی پاک صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے بعض نامور شخصیات کے فضائل خصوصیت سے بیان فرمائے ہیں۔ ان شخصیات میں سیدنا امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ بھی ہیں چند نمونے ملاحظہ ہوں۔

تفصیلی فضائل کے لئے فقیر کی کتاب ''فضائلِ معاویہ'' کا مطالعہ کریں۔

(۱)عَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ أَبِي عُمَيْرَةَ، وَكَانَ مِنْ أَصْحَابِ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنَّهُ قَالَ لِمُعَاوِيَةَ: «اللّٰهُمَّ اجْعَلْهُ هَادِيًا مَهْدِيًّا وَاهْدِ بِهِ» [1]

یعنی عبدالرحمن بن ابی عمیرہ صحابی، نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے راوی ہیں کہ سرکار صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے حضرت معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے متعلق فرمایا ہے: اللّٰهُمَّ اجْعَلْهُ الخ، اے اللہ معاویہ کو ہادی اور ہدایت یافتہ فرما اور ہدایت پر گامزن رکھ۔

[1] (سنن الترمذي، أبواب المناقب باب مناقب معاوية بن أبي سفيان رضي الله عنه، 687/5، الحديث 3842، شركة مكتبة ومطبعة مصطفى البابي الحلبي – مصر، الطبعة: الثانية، 1395 هـ 1975م)

(۲)امام احمد کی روایت میں ہے: اللّٰهُمَّ عَلِّمْ مُعَاوِيَةَ الْكِتَابَ وَالْحِسَابَ، وَقِهِ الْعَذَابَ۔ [2]

یعنی اے اللہ معاویہ کو کتاب وحساب کا عالم بنا اور اسے عذاب سے بچا۔

فائدہ: چونکہ صحابیِ رسول کا گناہ و معصیت سے محفوظ رہنا اور خلافِ مروت کام سے دور رہنا ایک مذہبی عقیدہ ہے اس لئے علماء محدثین نے بالاتفاق فرمایا ہے: أن الصحابة رضي الله عنهم كلهم عدول، صغارهم وكبارهم [3]

یعنی طبقات صحابہ میں ہر صحابی عادل اور ثقہ ہے۔

اسی لئے سند حدیث کی جرح اور تعدیل میں صحابہ مستثنیٰ ہیں، رجال سند کے بیان میں تابعی سے ابتدا ہوتی ہے۔ صحابہ اپنی مسلمہ عدالت و ثقاہت کی بناء پر نقد و جرح (تنقید و تحقیق) سے خارج ہیں۔ ناقدین حدیث کے سامنے "رَجُلٍ مِنْ أَصْحَابِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ" کہہ دینا ہی کافی ہے۔ ذکر اسماء کی ضرورت نہیں۔ بہر حال قرآن و حدیث نیز اقوال علماء کی روشنی میں یہ خوب واضح ہو گیا کہ ہر صحابہ کرام واجب التعظیم اور صحابہ کرام کی طرح حضرت معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ بھی واجب التعظیم ہیں ان کی شان میں گستاخی اور ناساز اور نارَوا (نامناسب) کلمات استعمال کرنا سخت درجہ گناہ ہے اور ایسا کہ بعض ائمہ کرام کے نزدیک اس کی توبہ اگرچہ آخرت کے لئے مفید ہے مگر دنیوی احکام جاری کرنے میں کچھ سود مند نہیں، ایسا شخص بہر حال واجب القتل ہے۔

(شرح الشفاء ومرقات، شرح مشكوة. للعلامة على القارى عليه رحمة البارى)

(۲) سیدنا امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ ایک اسلامی امیر و بادشاہ ہونے کی حیثیت سے قابل احترام ہیں، جب کہ ارشاد الٰہی ہے:

يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْۤا اَطِيْعُوا اللّٰهَ وَاَطِيْعُوا الرَّسُوْلَ وَاُولِي الْاَمْرِ مِنْكُمْ۔ (پاره۵، سورة النساء، آيت۵۹)

ترجمہ: اے ایمان والو حکم مانو اللہ کا اور حکم مانو رسول کا اور ان کا جو تم میں حکومت والے ہیں۔

(۳) حضرت امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی دینی خدمات اور اپنے زمانۂ حکومت میں دین محمدی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی ترویج و اشاعت میں سرگرم رہنا آپ (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کی عظمت کو اور نمایاں کر رہی ہے۔ آپ (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کی ذات سے اسلامی حدود مملکت میں کافی اضافہ ہوا ہے۔

---

[2] (مسند الإمام أحمد بن حنبل، مسند الشاميين، حديث العرباض بن سارية عن النبي صلى الله عليه وسلم، 383/28، الحديث17151، مؤسسة الرسالة، الطبعة: الأولى، 1421 هـ 2001 م)

(البداية والنهاية، سنة ستين من الهجرة النبوية، ترجمة معاوية رضى الله عنه وذكر شيء من أيامه ودولته، 406/11، دار عالم الكتب)

(التاريخ الكبير، الباب معاوية، 632/7، دار الفكر)

[3] (عقيدة أهل السنة في الصحابة، الفصل الثاني: ردود أهل السنة على مطاعن الخوارج والنواصب في الصحابة، المبحث الرابع: ذكر أحاديث وآثار تتضمن ذمهم، 1218/3، مكتبة الرشد، الرياض، المملكة العربية السعودية، الطبعة: الثالثة، 1421 هـ/2000 م)

(۴)اہلبیت کرام کے ساتھ محبت اور ان کا اعزاز و اکرام آپ (رضی اللہ تعالی عنہ) کے اخلاقِ حسنہ کا ایک نمایاں پہلو ہے۔ اگرچہ اُموی (بنی امیہ میں سے) اور ہاشمی گھرانے میں آبائی اور خاندانی شکر رنجی چلی آرہی تھی مگر آپ (رضی اللہ تعالی عنہ) ہاشمی خاندان کے ہر فرد سے بڑی خندہ پیشانی سے پیش آتے تھے۔ بسا اوقات ہاشمی حضرات میں بعض آپ (رضی اللہ تعالی عنہ) کو ناخوشگوار کلمات سے یاد کرتے تو آپ (رضی اللہ تعالی عنہ) تواضع و خاکساری کے ساتھ مسکرا کر ٹال دیتے تھے، کبھی تحکمانہ (رعب و دبدبے والا) انداز اور امیرانہ خطاب سے ہاشمی حضرات کو یاد نہ فرمایا۔

ازالہ وھم: بیعت و خلافت کے سلسلہ میں سیدنا علی المرتضیٰ کرم اللہ تعالیٰ وجہہ الکریم سے جو ناخوشگوار حالات پیش آئے اور موقع بموقع طرفین میں تَنَازُع وُقُوع (آپسی اختلاف) میں آتے رہے جس کی بناء پر صفین و جمل جیسے حادثے رونما ہو گئے تو اس میں آپ (رضی اللہ تعالی عنہ) پر شرعاً کوئی مواخذہ نہیں، نہ اس کے باعث آپ (رضی اللہ تعالی عنہ) پر ملامت کرنا جائز ہو سکتی ہے کیونکہ یہ سب جو کچھ بھی ہوا وہ آپ (رضی اللہ تعالی عنہ) کی خطاء اجتہادی پر محمول ہے اور خطاء اجتہادی پر مجتہد کی شرعاً گرفت نہیں ہوتی یہ شریعت اسلامیہ کا ایک بہت مشہور و معروف قانون ہے۔

عاشقِ رسول ﷺ: امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی ایک خصوصیت یہ بھی ہے کہ آپ (رضی اللہ تعالی عنہ) کو فخر موجودات سیّد عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے تبرکات شریفہ میں چادر اقدس، ناخن شریف، قمیص مبارک، ازار شریف اور موئے مبارک حاصل تھے۔ اور آپ (رضی اللہ تعالی عنہ) کی وصیت کے مطابق چادر مبارک، قمیص مبارک اور ازار شریف میں آپ کو کفن دیا گیا اور ناخن شریف اور موئے مبارک آپ کے اعضاء سجود پر رکھ دیئے گئے۔

درسِ عبرت: اہلِ دل ہی سوچ کر جواب دیں کہ جس عاشق صادق کی موت کے وقت یہ تمنا ہے کہ "قبر میں محبوب کے بال، ناخن ساتھ ہوں تو بیڑا پار ہے۔" کیا ایسے عاشق کے لئے بدگمانی ہو سکتی ہے کہ وہ محبوب کی آل و اعزہ و اقارب سے عداوت رکھ سکتا ہے۔

تاریخی افسانے: بہت سے آزاد خیال قسم کے لوگ روافض کے دوش بدوش ہو کر سیدنا امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی شان میں بڑی بیباکی کے ساتھ گستاخانہ جملے استعمال کرتے رہتے ہیں اور کچھ تاریخی کتابوں کے پڑھ سن لینے پر اپنے کو ایک تاریخ داں تصور کرتے ہوئے بیجا بکواس کرتے رہتے ہیں۔ ایسے لوگوں کو اپنے غَیر مُہَذّب اور ناشائِستَہ (نامناسب) حالات کا جائزہ لینا چاہیے کیونکہ ہمیں سو فیصد یقین ہے کہ یہ تاریخی کتابیں محض افسانے ہیں تو حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے فرمان: مَنْ آذَاهُمْ فَقَدْ آذَانِيْ [4] پر عتاب حکم سے خوف کھائیں اس لئے کہ ناروا کلمات کے استعمال سے خود امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی مقدس روح کو جتنا دکھ پہنچ سکتا ہے وہ تو ظاہر ہے۔ لیکن ساتھ ہی ان کے سیّد و سرکار کائنات صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو سخت دکھ پہنچے گا جس کا نتیجہ بڑا خطرناک ہو گا۔ ناعاقِبَت اَندیشی (بے فکری) سے ایمان خراب کرنا یہ کونسی دور اندیشی ہے۔ اگر واقعی تاریخ و سیر کا مطالعہ تھوڑی دیر کے لئے آپ کو خَلْجان (بے چینی، فکر) میں ڈال دے تو صحیح رہنمائی محض تاریخ بینی سے نہیں ہو سکتی اس لئے کہ اسلام میں تاریخی کتابوں کی وہی حیثیت ہے جو ہمارے دور میں اخبارات کا حال ہے کہ جو کرسی ہے تو زمین و آسمان کے قلابے ملائے جاتے ہیں، کرسی گئی تو حال زبوں سے زبوں تر ہے۔

---

[4] (سنن الترمذي، أبواب المناقب، باب فيمن سب أصحاب النبي صلى الله عليه وسلم، 696/5، الحديث3862، شركة مكتبة ومطبعة مصطفى البابي الحلبي – مصر، الطبعة: الثانية، 1395 هـ 1975م)

فیصلہ: بزرگوں کے بارے میں ہمیشہ اپنی زبان پر قابو رکھنا اسلامی درسگاہ کی تعلیم ہے۔ چھوٹا منہ بڑی بات ایک سخت ناپسندیدہ عمل ہے "خطائے بزرگاں گرفتن خطاست" یہ بڑے تجربہ کاروں کا مقولہ ہے۔

انتخاب صدیق و فاروق رضی اللّٰہ تعالی عنهم: سیدنا حضرت ابو بکر صدیق اور سیدنا حضرت فاروق اعظم رضی اللہ تعالی عنہم کا عہدِ خلافت علیٰ منہاج النبوت ہونے کے باعث تاریخ انسانی کا مثالی دور ہے۔ اسلام بامِ عُروج پر پہنچ چکا تھا سراج منیر پوری تابانی سے چمک رہا تھا۔ نور اسلام سے عالم منور و مستفید ہو رہا تھا۔ کفر کی دُنیا تیرہ و تار تھی، اہل کفر و ضلالت دندنا رہے تھے، آپ کے صحابہ نے کفر کا زور توڑا۔

پندونصیحت از شاۂ کونین ﷺ: حضور نبی پاک صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میرے صحابہ کو گالی مت دو۔

فائدہ: علاوہ اس کے یہ بات بھی ظاہر ہے کہ جب یوسف علیہ السلام کو بھائیوں نے طرح طرح کی تکلیفیں دیں لیکن حضرت یوسف علیہ السلام نے ان کو معاف کر دیا اس لئے حق نہیں کہ ان کو بُرا کہیں اور ایسا ہی حضرت خاتون جنت رضی اللہ عنہا اور حضرت علی اسد اللہ الغالب کے درمیان تَنَازُعَ (جھگڑا) ہوا اور حضرت خاتونِ جنت کی زبان سے ان کے حق میں ایسے الفاظ نکلے جو تحریر سے باہر ہیں۔[5]

(کتاب شیعہ احتجاج طبرسی، صفحہ۶۹، مطبوعہ: ایران و حق الیقین، صفحہ۲۳۳)

اور ایسے ہی ائمہ اہلبیت کے درمیان وہ تنازعات ہوئے ہیں کہ قلم کو طاقت نہیں۔ تفصیل فقیر کی کتاب ''چشمہ نور افزاء'' میں ہے۔

امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا اسلام قبول کرنا مسلم ہے، تاریخ کی کتاب میں ہے:

معاوية ابن أبي سفيان صخر ابن حرب ابن أمية الأموي أبو عبد الرحمن الخليفة صحابي أسلم قبل الفتح وكتب الوحي ومات في رجب سنة ستين وقد قارب الثمانين[6]

اسی تقریب التهذیب، صفحه۲۵۷، مطبوعه نول کشور، میں ہے کہ معاویہ بن سفیان صحابی ہیں، پہلے فتح مکہ کے اسلام لائے تھے اور کاتبِ وحی اور نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے پرائیویٹ سیکرٹری تھے۔

شیعہ نہ صرف امیر معاویہ بلکہ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو بھی نہیں چھوڑتے، چنانچہ بی بی کا قول نقل کیا ہے کہ:

قالت لأمير المؤمنين عليه السلام: يا بن أبي طالب عليك السلام: اشتملت شملة الجنين، وقعدت حجرة الظنين الخ[7]

---

[5] (احتجاج طبرسی از ابو منصور طبرسی، ص69، مطبوعہ: ایران)

[6] (تقريب التهذيب لابن حجر العسقلاني، حرف الميم، ذكر بقية حرف الميم على الترتيب، ص537، الحديث6758، دار الرشيد–سوريا، الطبعة: الأولى، 1406ھ/ 1986م)

[7] (بحار الأنوار–للملا بأقر المجلسي، 234/29، الحديث6758، دار الرضا بيروت، لبنان)

اور حق الیقین کی یہ عبارت ہے:

خطابهای شجاعانه درشت با سید اوصیاء نمود که مانند جنین دررحم پرده نشین شده و مثل خائنان درخانه گریخته [8]

یعنی اے ابی طالب کے بیٹے بچہ شکم کی طرح چھپ کر بیٹھا ہے اور خائنوں کی طرح گھر میں گھسا ہوا ہے الخ۔(**نعوذ باللّٰہ**)

اور اصولِ کافی، صفحہ ۴۸۴ میں ہے: ''قَالَ إِنَّكُمْ سَتُدْعَوْنَ إِلَى سَبِّي فَسُبُّونِي'' [9]

یعنی بیشک مجھے گالی دینے کی دعوت دیئے جاؤ گے تو مجھے گالی دے دینا۔

حالانکہ ہم اہلسنّت اس کے روادار نہیں بلکہ معمولی تنقیص کرنے والے کو بے ایمان کہتے ہیں۔ چنانچہ مشکوٰۃ شریف اور مسند احمد میں ہے:

مَنْ سَبَّ عَلِيًّا فَقَدْ سَبَّنِي۔ [10]

یعنی حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: جو علی (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کو گالی دے اُس نے مجھے گالی دی۔ اور حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو گالی دینے والا واجب القتل ہے۔

خاندانی رشتہ: اسلامی قواعد وضوابط اور تاریخی تحقیق بلکہ ایک حقیقت ہے کہ حضرت امیر معاویہ بھی حضرت علی المرتضیٰ (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) حضور سرور عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے قریبی نسب ہونے کی وجہ سے اہلبیت میں داخل ہیں۔ شیعہ کی مستند روایات سے بھی ثابت ہے۔ چنانچہ حضرت امام جعفر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی روایت ہے: '' أنا وآل أبي سفيان أهل بيتين''[11] (معانی الاخبار، صفحہ۸۹، مطبوعہ: ایران)

یعنی، ہم اور ابوسفیان والے ہم دونوں اہلبیت ہیں۔

سب کو معلوم ہے کہ سیدنا امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ خاندان قریش سے ہیں اور قریش میں حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اور علی المرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ قریب تر ہیں اس لئے حضرت عبد مناف کے دو صاحبزادے تھے حضرت ہاشم واُمیہ، ہاشم کی اولاد میں سے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اور علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور دوسرے کی اولاد سے ابوسفیان وامیر معاویہ۔(رضی اللہ عنہم اجمعین)

---

[8] (حق اليقين للملا باقر المجلسي ، 203/1، انتشارات اسلاميه)

[9] (الأصول من الكافي للكليني، باب التقية ، 219/2، تهران بازار سلطاني دار الكتب الاسلامية)

[10] (مسند الإمام أحمد بن حنبل، مسند النساء ، حديث أم سلمة زوج النبي صلى الله عليه وسلم ، 329/44، الحديث26747، مؤسسة الرسالة، الطبعة: الأولى، 1421 هـ 2001م)

(مشكاة المصابيح، كتاب المناقب ، باب مناقب علي بن أبي طالب ، الفصل الثالث ، 1722/3، الحديث6101۔(15)، المكتب الإسلامي – بيروت، الطبعة: الثالثة، 1985م

[11] (معاني الأخبار للصدوق ، باب التقية ، ص346، انتشارات إسلامي، 1361 هجري شمسي)

فائدہ: یادرہے کہ یہ سب کی سب دعائے حضرت ابراہیم علیہ السلام برائے فرزند اسمٰعیل علیہ السلام و مقامات حجر اسود و کعبہ و چاہ زمزم و دارالامان کے پودے تھے۔اور خاص کر حضرت امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ بڑے متقی اور صاحب حلم اور تمام اولیاء سے فضل و اعلیٰ تھے۔ چنانچہ کتاب ''شیعہ آئینہ حق'' مطبوعہ یوسفی دہلی، صفحہ۹۔۱۰ میں امام حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ (واجب الاطاعت جن کا قول اور فعل تمام شیعوں کے لئے حق اور حجت ہے) فرماتے ہیں واللہ معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ میرے لئے بہتر ہے ان لوگوں سے جو گمان کر رہے ہیں کہ ہم شیعہ ہیں اور کتاب ''عِلَل الشرائع'' مطبوعہ ایران، صفحہ ۸۳ میں ہے:

بايع الحسن بن علي صلوات الله عليه معاوية۔[12]

یعنی بیعت کی حضرت امام حسن بن علی رضی اللہ تعالیٰ عنہم نے حضرت امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی اور ایسا ہی علامہ مجلسی شیعہ نے ''جلاء العیون، جلد اوّل'' میں لکھا۔

خلاصہ مقدمہ: اِن دلائل سے معلوم ہوا کہ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ شیعانِ علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے نزدیک بڑے متقی اور ایماندار اور صاحبِ عدل اور ماہر قرآن مجید تھے۔ ورنہ امام ور ہنما و مقتدا امام حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ ان کو نہ بناتے اور نہ ہی ان کی بیعت کرتے۔ بلکہ اپنے بھائی حضرت امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی طرح لڑ کر شہید ہو جاتے۔ اور حضرت علی کرم اللہ وجہہ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو ایمان و اسلام میں اپنے مُساوی (برابر) نہ سمجھتے۔ چنانچہ فرمان عالی شان کتاب ''نہج البلاغت'' مطبوعہ مصر، جلد ۲، صفحہ ۱۵۱ میں بایں طور ناطق ہے۔

ومن كتاب له عليه السلام كتبه إلى أهل الأمصار ، يقص فيه ما جرى بينه وبين أهل صفين وَكَانَ بَدْءُ أَمْرِنَا أَنَّا الْتَقَيْنَا وَالْقَوْمُ مِنْ أَهْلِ الشَّامِ ، وَالظَّاهِرُ أَنَّ رَبَّنَا وَاحِدٌ ، وَنَبِيَّنَا وَاحِدٌ ، وَدَعْوَتَنَا فِي الإِسْلَامِ وَاحِدَةٌ ، وَلاَ نَسْتَزِيدُهُم فِي الإِيمَانِ بِاللهِ وَالتَّصْدِيقِ بِرَسُولِهِ ، وَلاَ يَسْتَزِيدُونَنَا ؛ (وَ) الأَمْرُ وَاحِدٌ إِلَّا مَا اخْتَلَفْنَا فِيهِ مِنْ دَمِ عُثمانَ ، وَنَحْنُ مِنْهُ بَرَاءَ ۔[13]

(نهج البلاغة. جلد۲. صفحه۱۵۱. مطبوعه مصر)

فائدہ: اس کلام پاک امام المسلمین حضرت مولا علی کرم اللہ وجہہ سے صاف صاف فیصلہ ہوا کہ اسلام و ایمان و تصدیق رسالت و توحید میں حضرت امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ، حضرت اسد اللہ الغالب کے مساوی تھے۔ ہاں فضل و قدر اور مرتبہ و منزلت میں حضرت علی المرتضیٰ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم سے افضل و اعلیٰ ہیں اور جنگوں کے بارے میں حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا اجتہاد مبنی بر حق تھا اور حضرت امیر معاویہ خطائے اجتہادی میں بھی ماجور و مُثاب (ثواب کے قابل) تھے۔

---

[12] (علل الشرائع للصدوق ، باب العلة التي من أجلها صالح الحسن بن علي صلوات الله عليه)، 212/1، المكتبة الحيدرية ومطبعتها في النجف، 1385 ھ 1966 م)

[13] (نهج البلاغة ، 114/3، دار المعرفة بيروت لبنان)

پرائیویٹ سیکرٹری اورکاتب وحی: حضور سرورعالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے متعدد کاتبین تھے جن میں عشرہ مبشرہ کے چند برگزیدہ مثلاً حضرت سیدناابوبکروسیدناعمر کے علاوہ دیگر جلیل القدر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین تھے۔ان میں خصوصیت سے حضرت امیر معاویہ رضی اللہ تعالی عنہ کو تمام خط وکتابت کے علاوہ کتابتِ وحی کا بھی شرف حاصل تھا۔علامہ پرہاروی رحمہ اللہ نے لکھا کہ :

" وكان معاوية وزيد ألزمهم لذلك وأخصهم به. "[14] (الناهية، صفحه۱۵)

یعنی اور معاویہ اور زید رضی اللہ عنہما باقی کاتبانِ وحی کی بنسبت کتابت وحی کے کام سے زیادہ التزام واختصاص رکھتے تھے۔

ایک شاعر کہتاہے:

قد كان كاتب وحيه و امينه   سند الامانة حاصل لمعاوية

یعنی حضرت معاویہ رضی اللہ تعالی عنہ کاتبِ وحی تھے جس کی وجہ سے آپ کوامین ہونے کی سند حاصل ہے کہ وحی جیسا مہتم بالشان کام آپ کے سپرد تھا۔

مزید تفصیل فقیر کی تصنیف "فضائلِ معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ" میں پڑھئے۔

حضرت معاویہ رضی اللّٰہ تعالیٰ عنہ عظیم امین احادیث تھے: حضرت معاویہ رضی اللہ تعالی عنہ کا شمار علماء صحابہ کرام میں ہوتاہے۔چنانچہ امام ذہبی لکھتے ہیں کہ حضرت معاویہ رضی اللہ تعالی عنہ نے رسول اللہ صلی اللہ تعالی علیہ وسلم، حضرت ابوبکر صدیق، حضرت عمر اور اپنی بہن حضرت ام حبیبہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم سے حدیثیں روایت کی ہیں۔اوران سے حضرت ابوذر غفاری، حضرت ابن عباس، حضرت ابوسعید، حضرت جریر بجلی اور دیگر صحابہ کی ایک جماعت نے اور تابعین میں سے جبیر، ابوادریس خولانی، سعید ابن المسیب، خالد بن معدان، ابوصالح سمان، سعید، ہمام بن منبہ اور کثیر مخلوق نے حدیثیں روایت کی ہیں۔امام بخاری نے صحیح بخاری میں آٹھ اور امام مسلم نے صحیح مسلم میں حضرت معاویہ رضی اللہ تعالی عنہ سے حدیثیں روایت کی ہیں، حالانکہ ان دونوں کی شرطیں بہت سخت اور کڑی ہیں اور وہ غیر ثقہ، غیر ضابطہ اور کاذب راوی سے کوئی شیئ روایت نہیں کرتے ہیں۔[15] (الناهية، صفحة۱۷)

حضرت معاویہ رضی اللّٰہ تعالیٰ عنہ مجتھد تھے: محدّث جلیل امام محمد بن اسماعیل بخاری ابن ابی ملیکہ سے روایت بیان کرتے ہیں کہ انہوں نے حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے عرض کیا۔کیاآپ کوامیر المؤمنین معاویہ رضی اللہ تعالی عنہ پر اس وجہ سے کوئی اعتراض ہے کہ وہ وتر کی صرف ایک رکعت پڑھتے ہیں؟ توفرمایا" أصاب، إنه فقيه"[16] یعنی انہوں نے درست کیاہے کیونکہ وہ فقیہ (مجتہد) ہیں۔اور دوسری روایت میں ہے کہ

14) (الناهية عن طعن أمير المؤمنين معاوية، فصل في فضائل معاوية رضي الله عنه ، ص41، غراس للنشر والتوزيع، الكويت، الطبعة: الأولى، 1422 هـ)

15) (الناهية عن طعن أمير المؤمنين معاوية، فصل في فضائل معاوية رضي الله عنه ، ص44، غراس للنشر والتوزيع، الكويت، الطبعة: الأولى، 1422 هـ)

16) (صحيح البخاري، كتاب فضائل الصحابة، باب: ذكر معاوية رضي الله عنه،1373/3، الحديث 3554، (دار ابن كثير، دار اليمامة)– دمشق، الطبعة: الخامسة، 1414 هـ 1993ء

آپ نے فرمایا: دَعْهُ فَإِنَّهُ صَحِبَ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ [17] یعنی انہیں چھوڑو کیونکہ وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی صحبت میں رہ چکے ہیں۔

اس حدیث کے ضمن میں صاحب نبراس فرماتے ہیں، "بلاشبہ فقہاء نے آپ (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کے اجتہاد پر اعتماد کیا ہے۔ لہٰذا جب وہ صحابہ کے اجتہاد کا ذکر کرتے ہیں تو وہاں حضرت امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے اجتہاد کا بھی تذکرہ کرتے ہیں"۔ علامہ ابن حجر نے لکھا کہ:

"ومن اعتقاد أہل السنة والجماعة أيضاً أن معاوية رضی الله عنه لم يكن فی أيام علی خليفة وإنما كان من الملوك وغاية اجتهاده أنه كان له أجر واحد علی"[18]

یعنی اہلسنت کے عقائد میں سے ہے کہ امیر معاویہ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہم کے زمانۂ خلافت میں ایک بادشاہ تھے اور اپنے موقف پر اجتہاد کیا، اگرچہ خطاء ہوئی لیکن ان کو اسی اجتہاد سے ایک اجر ملے گا۔

ہر صحابی بالخصوص امیر معاویہ کی تنقیص ممنوع ہے: اسلاف صحابہ کرام کی تنقیص سے سخت ناراض ہوتے، چنانچہ کسی نے حضرت معافی بن عمران سے عرض کیا۔ عمر بن عبدالعزیز اور معاویہ میں کون افضل ہے؟ آپ نے غُصّہ سے فرمایا:

لَا يُقَاسُ بِأَصْحَابِ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَحَدٌ، مُعَاوِيَةُ صَاحِبُهُ وَصِهْرُهُ وَكَاتِبُهُ وَأَمِينُهُ عَلَى وَحْيِ اللّٰهِ عَزَّوَجَلَّ۔ [19] (الشفا)

یعنی کسی شخص کو نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے صحابہ پر قیاس نہ کیا جائے۔ معاویہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے صحابی، سُسرالی رشتہ والے، کاتب اور امینِ وحی تھے۔

حضرت معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ رسول اللہ ﷺ کے سالہ ہیں: حضرت معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی بہن اُم حبیبہ بنت ابی سفیان رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی زوجہ محترمہ ہیں۔ اسی وجہ سے آپ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے سالہ ہیں۔ اور رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اپنے سُسرالی رشتہ داروں کے حق میں فرمایا بلاشبہ اللہ نے مجھے چنا اور میرے صحابہ کو چنا پھر انہیں میرے ساتھی، میرے سُسرالی رشتہ والے اور

---

[17] (صحيح البخاري، كتاب فضائل الصحابة، باب: ذكر معاوية رضي الله عنه، 1373/3، الحديث 3553، (دار ابن كثير، دار اليمامة) – دمشق، الطبعة: الخامسة، 1414 هـ 1993ء

[18] (الصواعق المحرقة على أہل الرفض والضلال والزندقة، الفصل الثالث فی الأحاديث الواردة فی بعض أہل البيت كفاطمة وولديها رضی الله عنهم، 623/2، مؤسسة الرسالة بيروت)

[19] (الشفا بتعريف حقوق المصطفى، الباب الثالث في تعظيم أمره ووجوب توقيره وبره، فصل ومن توقيره وبره صلى الله عليه وسلم توقير أصحابه، 55/2، دار الفكر الطباعة والنشر والتوزيع، عام النشر: 1409 هـ 1988 م)

میرے مددگار بنایا اور عنقریب ان کے بعد ایک قوم آئے گی جو انہیں گالیاں دے گی۔ تم اُن (گستاخوں) کے ساتھ نہ بیٹھو اور نہ ان کے ساتھ مل کر کھاؤ۔ نہ ان سے رشتہ داری کرو نہ ان کی نماز جنازہ پڑھو اور نہ ان کے ہمراہ نماز پڑھو۔(نزھة الناظرين، صفحة۳٦)

حضرت معاویہ رضی اللّٰہ تعالیٰ عنہ کا عشقِ رسول ﷺ: قاضی عیاض مالکی لکھتے ہیں کہ حضرت معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے سُنا کہ کابس بن ربیعہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے مشابہت رکھتے ہیں۔ پھر جب وہ ان کے گھر کے دروازہ سے داخل ہوئے تو وہ ان کی تعظیم کے لئے چار پائی سے اُٹھ کھڑے ہوئے اور ان سے ملاقات کی اور ان کی آنکھوں کے درمیان بوسہ دیا۔ اور ان کے لئے مرغاب نامی علاقہ بطور جاگیر کے وقف کر دیا اس وجہ سے کہ وہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے مشابہت رکھتے تھے۔[20] (شفاء شریف، جلد۲، صفحة۴۰)

حضرت معاویہ رضی اللّٰہ تعالیٰ عنہ متبع سنت تھے: امام بغوی "شرح السُنه" میں ابو مجلز سے روایت بیان کرتے ہیں کہ ایک مرتبہ حضرت معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نکلے درآں حالیکہ حضرت عبداللہ بن عامر اور حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہما بیٹھے ہوئے تھے۔ انہیں دیکھ کر ابن عامر تو کھڑے ہو گئے مگر ابن زبیر بیٹھے رہے، یہ دیکھ کر حضرت معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا بلاشبہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ جو شخص یہ چاہے کہ لوگ اس کے آگے کھڑے رہیں تو وہ اپنا ٹھکانہ دوزخ میں بنائے۔[21] (الناهية، صفحة۲۳)

مقام غور ہے کہ حضرت معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اس حدیث کی بناء پر اپنے لئے قیام تعظیمی کو پسند نہیں فرمایا یہ سنت کی پیروی اور حدیث پر عمل کی وجہ سے تھا۔ سواِس سے آپ کے متبع سنت ہونے کا ثبوت ملتا ہے۔ اور اس کی مزید تائید اس سے بھی ہوتی ہے کہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا۔ "پہلا شخص جو میری سنت کو تبدیل کرے گا وہ بنی امیہ کا یزید نامی شخص ہوگا۔" یہ حدیث دلالت کرتی ہے کہ حضرت معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ عامل بالسنۃ تھے۔[22]

(الناهية، صفحة۳۰)

حضرت معاویہ رضی اللّٰہ تعالیٰ عنہ صاحبِ عدالت صحابی تھے: امام قسطلانی شرح بخاری شریف میں لکھتے ہیں کہ معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ بہت سی خوبیوں کے حامل تھے[23] اور امام نووی شرح مسلم شریف میں فرماتے ہیں:

---

[20] (الشفا بتعريف حقوق المصطفى. الباب الثالث في تعظيم أمره ووجوب توقيره وبره. الفصل الخامس بر آله وذريته وأمهات المؤمنين. 112/2. دار الفكر الطباعة والنشر والتوزيع. عام النشر: 1409 هـ 1988 م)

[21] (الناهية عن طعن أمير المؤمنين معاوية. فصل في فضائل معاوية رضي الله عنه ، ص53. غراس للنشر والتوزيع. الكويت. الطبعة: الأولى. 1422 هـ)

[22] (الناهية عن طعن أمير المؤمنين معاوية. فصل في فضائل معاوية رضي الله عنه ، ص61. غراس للنشر والتوزيع. الكويت. الطبعة: الأولى. 1422 هـ)

[23] (إرشاد الساري لشرح صحيح البخاري. كتاب فضائل أصحاب النبي صلى الله عليه وسلم. باب ذكر معاوية رضي الله عنه. 140/6. المطبعة الكبرى الأميرية. مصر. الطبعة: السابعة. 1323 هـ)

فَهُوَ مِنَ الْعُدُولِ الْفُضَلَاءِ وَالصَّحَابَةِ النُّجَبَاءِ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ [24]

یعنی حضرت معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ چوٹی کے صاحب عدالت فضلاء اور بہترین صحابہ میں سے تھے۔

اور صاحبِ نبراس لکھتے ہیں: ويكتب المحدثون بعد اسمه رضي الله عنه كسائر الصحابة بلا فرق [25] (الناہیہ۔صفحہ۱۷)

یعنی اور محدثین معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے نام کے بعد سب صحابہ کے ناموں کی طرح کوئی فرق کئے بغیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ لکھتے ہیں۔

حضرت معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ بخشے گئے: محدث ابن عساکر ضعیف سند کے ساتھ حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہم سے روایت بیان کرتے ہیں:

كُنْتُ عِنْدَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ وَعِنْدَهُ أَبُو بَكْرٍ وَ عُمَرُ وَ عُثْمَانُ وَ مُعَاوِيَةُ إِذْ أَقْبَلَ عَلِيٌّ فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ لِمُعَاوِيَةَ: أَتُحِبُّ عَلِيًّا؟ قَالَ: نَعَمْ. قَالَ: إِنَّهَا سَتَكُوْنُ بَيْنَكُمْ فِتْنَةٌ هُنَيْهَةٌ. قَالَ مُعَاوِيَةُ: فَمَا بَعْدُ ذٰلِكَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ؟ قَالَ: عَفْوُ اللّٰهِ وَرِضْوَانُهُ. قَالَ: رَضِيْنَا بِقَضَاءِ اللّٰهِ [26]

یعنی میں ابو بکر، عمر اور عثمان رضی اللہ عنہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں حاضر تھے۔اچانک حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ تشریف لائے، تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے فرمایا: کیا تم حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے محبت کرتے ہو؟ عرض کی ہاں۔آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا تمہارے درمیان لڑائی ہوگی۔ حضرت معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے عرض کی پھر کیا ہوگا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم؟ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا اللہ تعالیٰ سے عفو اور بخشش و خوشنودی۔امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا ہم اللہ کی تقدیر پر راضی ہیں۔

بادشاهی کی نوید نبوی ﷺ: حدیث میں ہے، کعب الاحبار نے معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے بر سر اقتدار آنے سے پہلے ہی فرمادیا تھا کہ اس اُمّت کا کوئی شخص اتنے بڑے ملک کا مالک نہیں ہوگا جتنے بڑے ملک کے مالک معاویہ ہوں گے۔ [27] رضی اللہ تعالیٰ عنہ (تاریخ الخلفاء۔صفحہ۱۴۹)

عقیدہ معاویہ: خود حضرت معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ جب سے میں نے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ اے معاویہ جب آپ بادشاہ بنیں گے تو لوگوں سے اچھا سلوک کرنا۔اس وقت سے مجھے بادشاہی ملنے کی امید رہی۔ [28]

---

[24] (شرح النووي على مسلم، كتاب فضائل الصحابة رضي الله عنهم، باب من فضائل أبي بكر الصديق رضي الله عنه، 149/15، دار إحياء التراث العربي – بيروت، الطبعة: الثانية، 1392هـ)

[25] (الناهية عن طعن أمير المؤمنين معاوية، فصل في فضائل معاوية رضي الله عنه، ص43، غراس للنشر والتوزيع، الكويت، الطبعة: الأولى، 1422 هـ)

[26] (تفسير فتح القدير، تفسير سورة البقرة، تفسير قوله تعالى "تلك الرسل فضلنا بعضهم على بعض"، 173/1، دار المعرفة)

[27] (تاريخ الخلفاء، عهد بن أمية معاوية بن أبي سفيان رضي الله عنه، ص149، مكتبة نزار مصطفى الباز، الطبعة: الطبعة الأولى: 1425هـ2004م)

[28] (تاريخ الخلفاء، عهد بن أمية معاوية بن أبي سفيان رضي الله عنه، ص149، مكتبة نزار مصطفى الباز، الطبعة: الطبعة الأولى: 1425هـ2004م)

(تاریخ الخلفاء، صفحة۱۴۹، مکتوباتِ امامِ ربانی، جلد۲، صفحة۴۱۶)

امیر معاویہ رضی اللّٰہ تعالیٰ عنہ کی سلطنت دراصل نبوی سلطنت ھے: امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ اوّل ملوکِ اسلام ہیں۔اسی کی طرف تورات مقدس میں ارشاد ہے کہ:

مَوْلِدُهُ بِمَكَّةَ، وَمُهَاجَرُهُ بِطَيْبَةَ، وَمُلْكُهُ بِالشَّامِ (نبی آخر الزمان ﷺ)[29]

یعنی(آخری نبی صلی اللہ علیہ وسلم)مکہ میں پیدا ہوں گے مدینہ کو ہجرت فرمائیں گے اوران کی سلطنت شام میں ہوگی۔

سوامیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی بادشاہی اگرچہ سلطنت ہے مگر کس کی حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی۔

صلح صفائی از امام حسن رضی اللّٰہ تعالیٰ عنہ: سیدنا امام حسن مجتبیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ایک فوج جرار جان نثار کے ساتھ عین میدانِ جنگ میں بالقصد وبالاختیار ہتھیار رکھ دیئے اور خلافت امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے سپرد کردی اوران کے ہاتھ پر بیعت فرمالی۔اوراس صلح کو حضورِ اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے پسند فرمایا تھا اوراس کی بشارت دی تھی کہ امام حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی نسبت فرمایا تھا کہ:

إِنَّ ابْنِي هَذَا سَيِّدٌ، وَلَعَلَّ اللّٰهَ أَنْ يُصْلِحَ بِهِ بَيْنَ فِئَتَيْنِ عَظِيمَتَيْنِ مِنَ الْمُسْلِمِيْنَ[30]

یعنی میرا بیٹا سیّد ہے۔میں امید کرتا ہوں کہ اللہ عزوجل اس کے باعث دو بڑے گروہِ اسلام میں صلح کرادے گا۔

توامیرِ معاویہ پر مَعَاذَ اللہ فِسق وغیرہ کا طعن کرنے والا حقیقۃً حضرت امام حسن مجتبیٰ،بلکہ حضور سیّدِعالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم،بلکہ حضرت عزّت جلّ وعلا پر طعن کرتا ہے۔[31] (بہارِ شریعت،جلداوّل،صفحہ ۷۵)

معاویہ رضی اللّٰہ تعالیٰ عنہ کامیاب حکمران تھے: حضرت معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی ایک بڑی خوبی یہ ہے کہ انہوں نے چالیس سال کی طویل مدت تک صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ عنہم کے دورِ سعید میں کامیابی سے حکومت کی ہے۔انہیں حضرت فاروقِ اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے شام کا والی بنایا۔حالانکہ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ والیوں کی درستی اور نادرستی میں بہت کوشش فرمایا کرتے تھے۔پھر حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ان کی حکومت کو برقرار رکھا۔[32] (الناہیہ، صفحة۲۶)

---

[29] (مسند الدارمي، المقدمة، باب صفة النبي صلى الله عليه وسلم في الكتب قبل مبعثه، 156/1، الحديث5، دار المغني للنشر والتوزيع، المملكة العربية السعودية، الطبعة: الأولى، 1412 هـ 2000 م)

[30] (صحيح البخاري، كتاب الصلح، باب: قول النبي ﷺ للحسن بن علي رضي الله عنهم، 962/2، الحديث 2557، (دار ابن كثير، دار اليمامة)– دمشق، الطبعة: الخامسة، 1414 هـ 1993 م)

(سنن أبي داود، كتاب السنة، باب ما يدل على ترک الكلام في الفتنة، 216/4، الحديث 4662 ، المكتبة العصرية، صيدا بيروت)

[31] (بہارِ شریعت،حصہ اول،امامت کا بیان،259/1،رضا فاؤنڈیشن لاہور)

[32] (الناهية عن طعن أمير المؤمنين معاوية، فصل في فضائل معاوية رضي الله عنه ، ص56، غراس للنشر والتوزيع، الكويت، الطبعة: الأولى، 1422 هـ)

معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ عادل حکمران تھے: حضرت مجدد الف ثانی فرماتے ہیں:

''کَیْفَ یَکُوْنُ جَائِرًا وَقَدْ صَحَّ أَنَّہٗ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ کَانَ إِمَامًا عَادِلًا فِی حُقُوْقِ اللّٰہِ سُبْحَانَہٗ وَفِی حُقُوْقِ الْمُسْلِمِیْنَ کَمَا فِی الصَّوَاعِقِ''[33]

یعنی حضرت معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فاسق کیسے ہوں گے جب کہ صحت سے یہ ثابت ہو چکا کہ حقوق اور مسلمانوں کے حقوق میں عادل تھے۔ جیسا کہ امام ابن حجر نے کتاب ''صواعقِ محرقہ'' میں ذکر فرمایا ہے۔

آخری نصیحت: اگر امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی کوئی فضیلت کو کسی کا دل نہیں مانتا تو بھی ان کی مذمت کرنا نامناسب ہے کیونکہ حدیث شریف میں ہے کہ سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے مرفوعاً مروی ہے کہ، حضور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ مُردوں کو گالی مت دو اس لئے کہ جو کچھ کیا جاتا ہے وہ آگے ان کے ہاں پہنچ جاتا ہے۔[34] (رواہ البخاری)

انتباہ: حضور سرور عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی تعداد حضرات انبیاء علیہم السلام کی تعداد کے مطابق تھی اور جن کے متعلق خصوصی طور فضائل کی احادیث وارد ہوئی ہیں وہ چند گنتی کے ہیں اور ان حضرات کے فضائل کے لئے یہ بات کچھ کم نہیں ہے کہ انہیں حضور سرور عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی صحبت نصیب ہوئی اور باقی فضائل و کمالات کا دار و مدار اسی فضیلت پر ہے جیسا کہ قرآن مجید اور احادیث مبارکہ سے معلوم ہوتا ہے۔ اگر کسی صحابی کے متعلق فضائل کی احادیث نہ ہوں یا کم ہوں تو بھی اس کی شان میں کمی نہیں آتی۔

حضرت امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ وہ خوش نصیب صحابی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ان کے فضائل بھی بتائے اور انہیں اپنی مستجاب دعاؤں سے بھی نوازا۔ چند دعائیں مع تشریح عرض کرتا ہوں۔

امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو رسول اللہ ﷺ کی دعائیں ھی دعائیں

(1) نبی پاک صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے متعلق یوں دعا فرمائی:

اَللّٰھُمَّ عَلِّمْ مُعَاوِیَۃَ الْکِتَابَ وَالْحِسَابَ وَقِہِ الْعَذَابَ[35]

یعنی اے اللہ تعالیٰ معاویہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کو کتاب و حساب کا علم عطا فرما اور اسے دائمی عذاب سے بچا۔

---

[33] (مکتوبات الامام الربانی، 1/230، دار الکتب العلمیة، 1900م)

[34] (صحیح البخاري، کتاب الرقاق، باب: سکرات الموت، 5/2388، الحدیث 6151، (دار ابن کثیر، دار الیمامة)–دمشق، الطبعة: الخامسة، 1414ھ 1993م)

[35] (مسند الإمام أحمد بن حنبل، مسند الشامیین، حدیث العرباض بن ساریة عن النبي صلی اللہ علیہ وسلم، 28/383، الحدیث 17151، مؤسسة الرسالة، الطبعة: الأولی، 1421ھ 2001م)

شرح حدیث: امام احمد کی مسند احادیث کا مجموعہ ہے اور مستند کتاب ہے، امام جلال الدین سیوطی علیہ الرحمہ نے فرمایا کہ امام احمد کی مسند بڑی معتمد علیہ کتاب ہے اور اس کی جملہ مرویات قابل قبول ہیں اور جو ضعیف ہیں وہ بھی حسن کے قریب ہیں۔ امام احمد کا قول ہے کہ اگر مسلمان کسی مسئلہ میں اختلاف کریں تو چاہیئے کہ وہ کتاب ہذا کی طرف رجوع کریں اگر اس میں وہ حدیث مل جائے تو سمجھو کہ وہ حدیث حسن ہے ورنہ یقین کر لینا چاہیے کہ وہ حدیث ضعیف ہے۔ بعض حضرات نے فرمایا کہ اس کی تمام احادیث صحیح ہیں۔ امام ابن الجوزی نے اپنی عادتِ تعصب کے باعث اس کتاب کی بعض روایات پر ضعیف ہونے کا الزام لگایا ہے۔ یہ ان کی زیادتی ہے اور سراسر خطا ہے۔ شیخ الاسلام علامہ شیخ امام احمد حجر عسقلانی علیہ الرحمہ نے فرمایا کہ مسند امام میں کوئی حدیث موضوع نہیں اور سننِ اربعہ میں سب سے یہی احسن ہے۔

(۲) حضرت عبدالرحمن بن ابی عمیرہ صحابی مدنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ حضور سرور عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے حضرت امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے لئے یوں دعا فرمائی: قَالَ لِمُعَاوِيَةَ اللَّهُمَّ اجْعَلْهُ هَادِيًا مَهْدِيًّا وَاهْدِ بِهِ۔[36]

یعنی اے اللہ معاویہ کو ہدایت دینے والا اور ہدایت یافتہ فرما اسی کے ذریعے لوگوں کو ہدایت عطا فرما۔

شرح حدیث: امام ترمذی کی یہ بہت بڑی بلند قدر کتاب ہے یہاں تک کہ شیخ الاسلام ہروی نے فرمایا کہ میرے نزدیک یہ کتاب صحیحین سے بھی زیادہ نافع ہے اسلئے کہ اس میں مختلف مذاہب کو بھی بیان فرمایا گیا ہے اور ان کے اِستِدلال (دلیل، ثبوت) کا طریقہ بھی بتایا گیا ہے مگر صحیحین میں یہ بات نہیں ہے بلکہ امام حاکم نے حکم لگایا ہے کہ ترمذی شریف کی تمام احادیث صحیح ہیں۔ خود امام ترمذی علیہ الرحمہ فرماتے ہیں کہ میں نے اس کتاب کو علمائے حجاز و عراق اور خراسان کی خدمت میں پیش کیا ہے اور جس گھر میں یہ کتاب ہو گی گویا وہاں حضور سرورِ عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے گفتگو فرما رہا ہے۔

(۳) ابن ابی ملیکہ علیہ الرحمہ روایت کرتے ہیں کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے عرض کیا گیا کہ آپ امیر المؤمنین حضرت امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے متعلق کیا فرماتے ہیں جب کہ وہ صرف ایک وتر پڑھتے ہیں حالانکہ وتر تو تین رکعت ہیں۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ وہ حق پر ہیں کیونکہ وہ فقیہ ہیں۔ یعنی، وہ اپنے اجتہاد میں حق پر ہیں ورنہ حق تو وہی بات ہے کہ وتر تین رکعت ہیں۔[37] (رواہ البخاری)

شرح الحدیث: شارحین نے فرمایا کہ اس سے مراد ہے کہ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ مجتہد ہیں وہ اپنے اجتہاد کے طور وتر ایک رکعت کے قائل ہیں۔ حضرت امام بخاری کی ایک اور روایت جو کہ ابنِ ملیکہ سے مروی ہے میں ہے کہ فرمایا حضرت امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے عشاء کی نماز کے بعد وتر صرف ایک رکعت پڑھی۔ ان کے پاس حضرت ابنِ عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا غلام موجود تھا اس نے یہ نئی بات دیکھ کر حضرت ابنِ عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی

---

36) (حوالہ مذکورہ)

37) (إرشاد الساري لشرح صحيح البخاري، كتاب فضائل أصحاب النبي صلى الله عليه وسلم، باب ذكر معاوية رضي الله عنه، 140/6، الحديث3765، المطبعة الكبرى الأميرية، مصر، الطبعة: السابعة، 1323 هـ)

خدمت میں پیش ہو کر شکایت کی تو حضرت ابنِ عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنے غلام سے فرمایا کہ انہیں اپنے حال پر چھوڑ دے اس لئے کہ وہ حضور نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے صحابی صحبت یافتہ ہیں۔

فائدہ: یاد رہے کہ حضرت ابنِ عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم میں سے فاضل ترین مانے جاتے تھے انہیں بحرِ ذخار کہا جاتا ہے۔ صرف ان کے علوم بے پایاں کی وجہ سے اور انہیں حبرِامت و ترجمان کے لقب سے یاد کیا جاتا ہے۔ حضور سرور عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ان کے لئے علم و حکمت اور تفسیر القرآن بالتاویل کی دُعا فرمائی تھی جو قبول ہوئی۔ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے خواص سے آپ کا شمار ہوتا تھا۔ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے دشمنوں کے لئے آپ سخت گیر تھے بلکہ انہیں حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنے دشمنوں کی افہام و تفہیم کے لئے بھیجا، حرر و یہ گاؤں والوں کو ایسے دندان شکن جوابات دیئے کہ انہیں سوائے لاجواب ہونے کے اور کوئی چارہ نظر نہ آیا۔

غور کیجئے: ایسے کامل فاضل صحابی اور حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے مخصوص ساتھی اور ان کے معتمد علیہ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے متعلق حضرت نے یوں فرمایا کہ مجتہد ہیں بلکہ وہ اپنے غلام کو تنبیہ کرنے لگے کہ تو نے حضرت امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی غلطی کیوں پکڑی۔ اور دلیل یہی دی کہ وہ صحابی ہیں۔

فائدہ: حضرت شیخ الاسلام ابن الحجر علیہ الرحمہ نے فرمایا کہ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی فضیلت میں بہت بڑے عالم صحابی کا کہنا کہ وہ مجتہد ہیں قابل قدر ہے۔[38]

(۴) حضرت امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ حضور نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے کاتب تھے۔

فائدہ: امام مفتی الحرمین احمد بن عبداللہ بن محمد طبری علیہ الرحمہ "خلاصة السير" میں لکھتے ہیں کہ حضور سرور عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے تیرہ کاتب تھے، خلفاءِ اربعہ اور عامر بن فہیرہ و عبداللہ بن ارقم و ابی بن کعب و ثابت بن قیس بن شماس و خالد بن سعید بن العاص، و حنظلہ ابن الربیع الاسلمی و زید بن ثابت و معاویہ بن ابی سفیان و شرجیل بن حسنہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم۔[39]

فائدہ: ان سب میں سے حضرت امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور حضرت زید رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو کتابتِ وحی کے لئے خاص کیا گیا تھا، یعنی باقیوں کی بہ نسبت یہ دونوں کل وقتی کاتب تھے۔[40]

(۵) حضرت ہروی رحمۃ اللہ علیہ نے شرح مشکوٰۃ شریف میں لکھا ہے کہ حضرت عبداللہ بن مبارک رحمۃ اللہ علیہ سے پوچھا گیا کہ حضرت عمر بن عبدالعزیز افضل ہیں یا حضرت امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ انہوں نے فرمایا کہ:

---

[38] (الناهية عن طعن أمير المؤمنين معاوية، فصل في فضائل معاوية رضي الله عنه ، ص41، غراس للنشر والتوزيع، الكويت، الطبعة: الأولى، 1422 هـ)

[39] (الناهية عن طعن أمير المؤمنين معاوية، فصل في فضائل معاوية رضي الله عنه ، ص41، غراس للنشر والتوزيع، الكويت، الطبعة: الأولى، 1422 هـ)

[40] (الناهية عن طعن أمير المؤمنين معاوية، فصل في فضائل معاوية رضي الله عنه ، ص41، غراس للنشر والتوزيع، الكويت، الطبعة: الأولى، 1422 هـ)

"غبار دخل في أنف فرس معاوية حين غزا في ركاب رسول الله صلى الله عليه وسلم أفضل من كذا من عمر بن عبد العزيز۔"[41]

یعنی وہ گرد وغبار جو حضرت امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے گھوڑے کی ناک میں پڑ گئی جب کہ وہ حضور سرور عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی رفاقت میں غزوات میں شامل ہوئے وہی گرد وغبار حضرت عمر بن عبد العزیز جیسوں سے افضل واعلیٰ ہے۔

فائدہ: غور کیجئے کہ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی کتنی بڑی منقبت ہے لیکن یہ بہت بڑی منقبت کی قدر ومنزلت اسے معلوم ہوگی جو عبد اللہ بن مبارک علیہ الرحمہ اور حضرت عمر بن عبد العزیز رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے فضائل جانتا ہوگا۔ اہلِ علم جانتے ہیں کہ ان حضرات کے فضائل وکمالات لاتعداد ہیں جنہیں محدثین کی تواریخ کی کتب میں بسط وتفصیل سے بیان کیا گیا ہے۔ بالخصوص حضرت عمر بن عبد العزیز تو علم الہدیٰ کے نام سے مشہور ہیں اور انہیں اہلسنّت نے پانچواں خلیفہ راشد مانا ہے اور محدثین فقہا کرام رحمہم اللہ تعالیٰ ان کے قول کو حجت مانتے ہیں اور ان کی عظمت کے قائل ہیں، حضرت خضر علیہ السلام ان کی زیارت کے لئے تشریف لے جایا کرتے تھے۔ یہی پہلے وہ حضرت ہیں جنہوں نے حدیث پاک جمع کرنے کا حکم دیا اس جیسے بزرگ سے بھی حضرت امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو اعلیٰ وافضل جانتے ہیں اس کے باوجود بھی کوئی شخص حضرت امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے بغض وعداوت میں مبتلا ہے تو وہ معذور ہے۔

(۶) حضرت امام بخاری وحضرت امام مسلم رحمہم اللہ بھی حضرت امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایات کرتے ہیں حدیث کے شرائط میں یہ نہایت ضروری ہے کہ ثقہ وضابط وصدوق (بہت بڑے سچے) سے حدیث روایت کریں۔

(۷) صحابہ کرام اور محدثین کرام رحمہم اللہ تعالیٰ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی تعریف کرتے رہے حالانکہ وہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ کی شان سے بہت زیادہ واقف تھے اور وہ ان کی آپس کی جنگوں کے متعلق بھی بخوبی واقف تھے پھر صحابہ کرام اور محدثین عظام رحمہم اللہ تعالیٰ سے کون زیادہ سچا ہو سکتا ہے۔

(۸) حضرت امام احمد قسطلانی رحمۃ اللہ علیہ نے شرح بخاری میں لکھا ہے کہ معاویہ ذوالمناقبِ الحمیہ، حضرت امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے مناقب جلیلہ ان گنت ہیں۔[42] شرح مسلم میں حضرت امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے مناقب میں لکھتے ہیں کہ وہ بزرگ ترین نیک بخت اور برگزیدہ صحابہ کرام میں سے تھے۔[43] حضرت امام یافعی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ وہ امیر معاویہ باحوصلہ اور کریم ذی عقل اور سرداری میں ذی ہیبت اور صاحبِ رائی ثاقب تھے گویا ان کی پیدائش بھی ملک رانی کے لئے تھی۔ علاوہ ازیں محدثین کرام رحمہم اللہ تعالیٰ آپ کے نام کے ساتھ رضی اللہ تعالیٰ عنہ لکھتے ہیں جیسے دوسرے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین کے نام کے ساتھ لکھتے ہیں انہوں نے اس میں کسی قسم کا کوئی فرق نہیں کیا کہ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ صحابہ کرام میں داخل نہیں

---

[41] (الناهية عن طعن أمير المؤمنين معاوية، فصل في فضائل معاوية رضي الله عنه، ص42، غراس للنشر والتوزيع، الكويت، الطبعة: الأولى، 1422 ھ)

[42] (إرشاد الساري لشرح صحيح البخاري، كتاب فضائل أصحاب النبي صلى الله عليه وسلم، باب ذكر معاوية رضي الله عنه، 140/6، المطبعة الكبرى الأميرية، مصر، الطبعة: السابعة، 1323 ھ)

[43] (شرح النووي على مسلم، كتاب فضائل الصحابة رضي الله عنهم، باب من فضائل أبي بكر الصديق رضي الله عنه، 149/15، دار إحياء التراث العربي – بيروت، الطبعة: الثانية، 1392ھ)

ہیں ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا قول بروایت بخاری حضرت امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی فضیلت میں ابھی گذرا ہے۔ حضرت امام جزری کی کتاب نہایہ میں ہے، حضرت ابنِ عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ میں نے حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے بعد حضرت امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ جیسا کوئی اور سپاہی نہیں دیکھا۔ پھر سوال ہوا کہ آپ کے والد گرامی حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی تو بات ہی کیا کہ وہ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے نہ صرف بہتر سپاہی تھے بلکہ جملہ امور سپاہی میں حضرت امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے استاد بھی تھے۔ بعض لوگوں نے کہا کہ نہ صرف امورِ سیاست میں بلکہ سخاوت اور راہِ خدا میں مال و دولت لٹانے میں بلکہ جملہ حکمتوں میں حضرت امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے مقلد تھے۔[44]

(۹) قاضی عیاض رحمۃاللہ علیہ لکھتے ہیں کہ کسی نے حضرت معافی بن عمران سے کہا کہ عمر بن عبدالعزیز، حضرت امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے افضل ہیں۔ حضرت معافی بن عمران یہ سن کر اس شخص سے بہت ناراض ہوئے اور فرمایا کہ حضور نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے کسی صحابی کا کسی دوسرے صحابی پر قیاس نہ کرنا چاہیے۔ اور حضرت امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نہ صرف صحابی ہیں بلکہ وہ تو حضور پاک صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے سالہ اور کاتب اور آپ کی وحی کے امین بھی تھے۔[45]

ان کے علاوہ دیگر متعدد روایات ہیں جنہیں فقیر نے ''**الحمایة للامیر معاویه**'' (تصنیف) میں درج کی ہیں۔

حضرت امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے لئے اتنا ہی کافی ہے کہ آپ صحابی رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ہیں۔ یہ وہ عہدہ و مرتبہ ہے جہاں جملہ اولیائے ملت اور غوث پیروں کے پیر دستگیروں کے دستگیر بلکہ جملہ سلاسل اربعہ (قادریہ، چشتیہ، نقشبندیہ، سہروردیہ) کے سرتاج بھی نیاز مندی کا دم بھرتے ہیں۔ تاریخی افسانوں سے ان کی ذات پر حملہ کرنے والے یہ ایسے ہے جیسے کوئی غصّہ میں آکر سورج کو تھوکے اور چونکہ اس فعل سے سورج کا کچھ نہیں بگڑتا بلکہ تھوکنے والے کا اپنا نقصان ہے۔ ایسے ہی سیدنا حضرت امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو گالی دینے والے یا کم از کم ان سے نفرت کرنے یا غلط عقیدہ رکھنے والے کا حال ہے۔

نہ صرف آج: حضرت امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی دشمنی اور بغض و عداوت نہ صرف آج کے دور میں ہے سابق ادوار میں ایک ایسا وقت بھی گذرا ہے جس میں آپ کو تبرا کرنا حکومت کی طرف سے ضروری تھا جو نہ کرتا اس کا سر تن سے جدا کیا جاتا۔ ایک یادگار مضمون ملاحظہ ہو۔

دورِ معتضد بالله عباسی: یہ ۲۸۴ھ کی بات ہے کہ ایک عباسی خلیفہ معتضد باللہ احمد نے جس کا رجحان شیعیت کی طرف تھا۔ ایک حکم نامہ جاری کیا کہ امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ پر برسرِ منبر سبّ و شتم کیا جائے۔ یہ حکم نامہ سب سے پہلے اس کے ایک وزیر عبیداللہ کے ہاتھ لگا، اس نے پڑھا تو کانپ گیا۔ حکم نامہ ہاتھ میں پکڑے خلیفہ کی خدمت میں باریابی کی اجازت کا طلب گار ہوا۔ خلیفہ نے اسے اپنے پاس بلالیا۔ پوچھا کیا بات ہے؟ میں تَخْلِیَہ میں کچھ عرض کرنا چاہتا ہوں۔ چند درباری خلیفہ بغداد کے پاس بیٹھے تھے۔ اس نے انہیں دوسرے کمرے میں بھیج دیا، ہاں کہیے عبیداللہ کیا بات ہے۔ عبیداللہ نے سر جھکا دیا۔ حضور جان کی امان چاہتا ہوں۔ ہاں۔ ہم نے آپ کو جان کی امان دی۔ کہیے کیا کہنا چاہتے ہو۔ عبیداللہ نے خلیفہ کا فرمان (حکم نامہ) خلیفہ کی خدمت میں پیش کر دیا۔

---

44) (الناهية عن طعن أمير المؤمنين معاوية، فصل في فضائل معاوية رضي الله عنه ، ص43، غراس للنشر والتوزيع، الكويت، الطبعة: الأولى، 1422 هـ)

45) (الشفا بتعريف حقوق المصطفى، الباب الثالث في تعظيم أمره ووجوب توقيره وبره، فصل ومن توقيره وبره صلى الله عليه وسلم توقير أصحابه، 55/2، دار الفكر الطباعة والنشر والتوزيع، عام النشر: 1409 هـ 1988 م)

عرض کیا حضور! اس حکم نامہ کو نافذ کرنے سے پہلے نظر ثانی فرمالیں۔ یہ حکم نامہ نہ صرف حقیقت کے خلاف ہے بلکہ مسلمانان بغداد و مضافات کے جذبات کو برَانگیختہ (غصہ سے بھرا ہوا) کردے گا، عوام میں شورش پیدا کردے گا۔ پھر اس شورش پر قابو پانا مشکل ہو جائے گا۔ اور کیا خبر کہ مسلمانوں کی تلواریں مسلمانوں کے ہی خون سے آلودہ ہو جائیں۔

مگر معتضد باللہ احمد نہیں مانا۔ اس نے تبرا کرنے کے احکام جاری کردیئے۔ بلکہ اس بات کا بھی اضافہ کردیا کہ جو شخص امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ پر تبرا بازی میں شرکت نہ کرے گا اس کا سر اُڑا دیا جائے گا۔

ان احکام پر سب سے پہلے مصر والوں نے عمل کرکے دکھایا۔ لیکن جس دن تبرا بازی کا جلوس نکلا اسی دن مصر کی فضا میں ایک عجیب گہرے رنگ کی سرخی ظاہر ہوئی جو دیکھتے ہی دیکھتے مصر کی فضا کو مُحِیط ہو گئی (اپنے احاطہ میں لے لیا)، سرخی کی شدت کا یہ عالم تھا کہ چہرے اور دیواریں بھی سرخ نظر آتی تھیں۔ یہ سرخی عصر کے وقت نمودار ہوتی اور تمام رات رہتی تھی۔ ہوا چلتی تو ڈراؤنی قسم کی آوازیں بھی سنائی دیتی تھیں۔ لوگوں نے اس پُر ہیبت منظر کو دیکھا تو سہم گئے انہیں قیامت کے آثار دکھائی دینے لگے۔

لوگ مسجدوں میں اذانیں دینے لگے، خضوع و خشوع سے دعائیں مانگنے لگے، اکثر لوگوں کا گمان یہی تھا کہ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ پر تبرا بازی خدا کو ناپسند ہے۔ لٰہذا جو لوگ اس فعل میں شریک ہوں گے ان کے گھر دوزخ میں بنیں گے۔ وہ تائب ہوئے اور کہنے لگے اگر ہمارے سر کٹتے ہیں تو کٹ جائیں مگر ہم حضرت امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ پر تبرا نہیں کریں گے۔

ایسا ہی منظر بصرہ والوں کو بھی دیکھنا پڑا۔ وہاں ایک عجیب و غریب قسم کی آندھی آتی جو پہلے زرد رنگ کی تھی پھر سبز رنگ کی ہو گئی اور ازاں بعد سیاہ رنگ کی ہو گئی۔ اس آندھی نے بصرہ کے تمام مضافات کو اپنی لپیٹ میں لے لیا۔ پھر سیاہ و سفید پتھروں کی بارش ہونے لگی۔ سینکڑوں درخت اکھڑ اکھڑ کر زمین پر سجدہ ریز ہو گئے اور پتھروں کی بارش سے کئی لوگ زخمی ہو گئے۔

خلیفہ معتضد باللہ احمد کو جب ان واقعات کی خبریں ملیں تو اس نے تبرا بازی کے احکام واپس لے لئے۔ اس تبرا بازی پر جہاں آسمان نے اپنی ناراضگی کا اظہار کیا وہاں علمائے اسلام اور صوفیاء نے بھی اپنے حلقوں میں خلیفہ کے اس حکم نامہ کو موضوعِ تنقید بنائے رکھا۔ ان علماء میں ابن المواز مالکی، ابن الدنیا، قاضی اسماعیل، حارث بن ابی اسامہ اور قاضی محمد یوسف کے نام سرفہرست ہیں اور صوفیاء میں حضرت ابو سعید الخراز اور حضرت جنید بغدادی رحمہم اللہ کے نام بھی آتے ہیں۔

قاضی محمد یوسف نے بھرے دربار میں المعتضد باللہ احمد سے فرمایا: ''یہ تبرا بازی کا حکم نامہ آپ کو اور آپ کی رعایا کو لے ڈوبے گا، مزاحمت کا ایک ایسا طوفان اُٹھے گا جس کے آگے آپ اور آپ کے مشیر ریت کی دیوار ثابت ہوں گے۔''

خلیفہ نے کہا قاضی یوسف! شاید تم میری تلوار اور اس کی کاٹ سے واقف نہیں، میری تلوار نے تو بس سروں سے ہی کھیلنا سیکھا ہے۔ آپ اگر اپنے سر کو اپنی گردن کے ساتھ چمٹا ہوا دیکھنا چاہتے ہیں تو اپنی زبان کو دانتوں کی دیواریں پھاندنے نہ دیں۔

حضرت جنید بغدادی علیہ الرحمہ منبر پر وعظ نہیں فرمایا کرتے تھے۔ آپ کے ماموں حضرت سری سقطی علیہ الرحمہ نے بارہا آپ سے فرمایا کہ تبلیغ دین کے لئے منبر بڑی مناسب جگہ ہے۔

آپ ہمیشہ یہی فرماتے کہ آپ کے ہوتے ہوئے بھلا میں کیسے وعظ کہوں۔ خلیفہ کی طرف سے جب تبرابازی کے احکام صادر ہوئے تو ایک رات حضرت جنید بغدادی علیہ الرحمہ کو آنحضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم خواب میں ملے فرمایا: ''جنید! وعظ کیا کرو''۔

آپ صبح اُٹھے اور ارادہ کیا کہ حضرت سری سقطی علیہ الرحمہ کی خدمت میں جاکر اس خواب کا ذکر کروں۔ اس مقصد کے لئے انہوں نے جونہی اپنے گھر کا دروازہ کھولا تو دروازے پر حضرت سری سقطی علیہ الرحمہ کو کھڑے پایا اور حضرت جنید بغدادی سراپا نیاز بن گئے اور اندر آنے کو عرض کیا۔ مگر حضرت سری سقطی علیہ الرحمہ نے فرمایا آپ کب تک اس انتظار میں رہیں گے کہ لوگ آپ سے وعظ کہنے کو کہتے رہیں۔ اب تو حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے بھی فرمادیا ہے، اب تو آپ کو وعظ کہنا ہی پڑے گا۔

ہاں ماموں! آنحضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے مجھے آج رات ایسا ہی فرمایا ہے۔ مگر آپ کو میرے خواب کا کیسے علم ہوگیا۔

مجھے میرے اللہ نے بتادیا ہے کہ میرا حبیب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم جنید بغدادی کے ہاں گیا ہوا ہے۔ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اسے وعظ کہنے پر آمادہ کریں گے۔ اب آپ کو یقینا منبر پر رونق افروز ہونا چاہیے۔

اسی دن آپ منبر رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پر تشریف لے گئے۔ ایک مجلس کا انعقاد ہوا اس مجلس میں صرف چالیس آدمی آپ کا وعظ سننے کے لئے حاضر ہوئے۔ آپ نے اس مجلس کے لئے عشق خدا کا موضوع انتخاب کیا اور اسرار و رموز کے پردے اُٹھانے شروع کردیئے۔

فرمایا لوگو! میری بات کو غور سے سنو۔ اکثر لوگ اس بات میں دعویٰ کرتے ہیں کہ انہیں خدا سے محبت بھی ہے اور عشق بھی حالانکہ وہ اپنے دعویٰ میں صادق نہیں ہوتے۔ محبت والے تو اپنے محبوب کے سوا کسی چیز کو دیکھا ہی نہیں کرتے۔ شاید آپ کو علم ہو حضرت بایزید بسطامی علیہ الرحمہ کو وہ مقام حاصل تھا کہ وہ ایک نگاہ میں جو چیز آسمانوں اور زمین میں ہے دیکھ لیا کرتے تھے۔ ایک دفعہ آپ سے خدا نے پوچھا، اے بایزید! تم نے میری کائنات میں سے جو چیز دیکھی ہے اور تجھے پسند ہے مجھے بتاتا کہ میں وہ تجھے دے دوں۔

عرض کیا میرے مالک! میں تو ان چیزوں کے خالق کو دیکھنا چاہتا ہوں۔ میں اس کی خاطر اپنی آنکھیں آنسوؤں سے دھوتا ہوں۔ میں اس کے لئے شب بیداری کرتا ہوں۔ اس کی خاطر قیام و سجود کرتا ہوں اگر کوئی چیز دیکھتا ہوں تو اس میں بھی تجھے ہی ڈھونڈتا ہوں۔ رہی چیزوں کو پسند کرنے کی بات۔ تو جو چیز مجھے پسند ہوگی وہی میری عبادت کا مقصد بن جائے گی۔ یہ تو شرک بن جائے گا۔ میرے مولا مجھے شرک سے بچائے رکھ۔ یہی میری تمنا ہے اور یہی میری آرزو۔

حضرت جنید بغدادی علیہ الرحمہ نے جب تقریر ختم کی تو اکثر لوگوں پر بے ہوشی طاری تھی۔ اب آپ روزانہ وعظ فرمانے لگے اور سامعین میں اضافہ ہونے لگا۔

ایک دن آپ نے فرمایا لوگو! حضرت امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے بارے میں اپنی زبانوں کی حفاظت کرو۔ میں کہتا ہوں کسی ایک حدیث پر عمل کرنے سے آپ کی نجات ہو سکتی ہے۔ ذرا اندازہ تو کریں اس شخص کا کیا مقام ہو گا جس نے ان احادیث کو آپ تک پہنچانے میں کام کیا ہو۔ ۱۶۳ احادیث کے آپ (امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ) راوی ہیں، اس کے ساتھ ساتھ آپ (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کی فضیلت میں احادیث نبوی بھی ملتی ہیں، مثلاً یہ کہ آنحضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ان کے حق میں دعا کرتے ہیں کہ الٰہی معاویہ کو ہدایت یاب اور ہدایت کرنے والا بنا دے۔ (ترمذی)[46] پھر یہ کہ الٰہی! تو معاویہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کو حساب کتاب سکھا دے اور اس کو عذاب سے محفوظ رکھ۔ (مسند احمد)[47] لوگو! یاد رکھو ایسی دعائیں اس شخص کے حق میں دی جاتی ہیں جس سے دعا دینے والا خوش ہو، تو جس سے آپ کے آقا و مولا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم خوش ہیں اس سے آپ دل تنگ کیوں کرتے ہیں اور پھر یہ بھی تو یاد رکھو جن کی محبت کا دم بھرتے ہوئے تم حضرت امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ پر تبرا بازی کرتے ہو وہ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ تو خود فرماتے ہیں کہ معاویہ کو برا نہ کہو یہ جب تمہارے درمیان سے اُٹھ جائیں گے تو تم دیکھو گے بہت سے سر تن سے جدا کئے جائیں گے۔ حیرانی ہے تم اس معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ پر سبّ و شتم کرتے ہو جس نے پچاس سال تک آنحضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے تراشیدہ ناخن اور موئے مبارک بطور تبرک سنبھال کر رکھے اور وصیت کی کہ جب میں مر جاؤں تو دفاتے وقت میرے منہ پر یہ دونوں تبرکات رکھ دیئے جائیں، چنانچہ ان کی موت پر ایسا ہی کیا گیا۔

لوگو! تمہیں کیا ہو گیا ہے تم اس معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ پر طعن و تشنیع کرتے ہو جن کی بہن حضرت اُمِ حبیبہ بنت ابی سفیان آنحضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی زوجہ محترمہ ہیں جو سب مومنین کی ماں ہیں۔ آپ اس نسبت سے آنحضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے بھائی ہیں۔ اگر آپ لوگوں کے نزدیک حضرت معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ اچھے نہیں ہیں تو کیا حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے بھائی بنانے کا انتخاب درست نہیں ہے۔

کچھ تو خیال کرو کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرمائیں میرے صحابہ ستاروں کی مانند ہیں تم جس کی اتباع کرو گے ہدایت پاؤ گے۔ حضرت معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ بھی آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے صحابہ میں سے ہیں ان کا دامن تھامنے میں تمہیں کون سے شکوک مانع ہیں۔

چونکہ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ پر تبرا بازی سرکاری سطح پر کروائی جارہی تھی لہٰذا علماء و صوفیا نے اپنا فرض سمجھا کہ لوگوں کو ایسا کرنے سے باز رکھیں۔ حضرت جنید بغدادی کی باتیں اس سلسلے میں زیادہ مؤثر ثابت ہوئیں، آپ کی مجلس وعظ میں سب سے زیادہ لوگ آنے لگے۔

خلیفہ المعتضد باللہ احمد کو یہ ساری خبریں پہنچ رہی تھیں۔ اس کے حاشیہ نشینوں کی زبانیں دراز ہونے لگیں۔ وہ حضرت جنید بغدادی علیہ الرحمہ کے عقائد پر بھی تنقید کرنے لگے یہاں تک کہ انہیں زندیق اور کافر تک کہا جانے لگا۔

خلیفہ انہیں سزا دینا چاہتا تھا مگر کوئی ایسی صحبت قائم نہیں ہو رہی تھی۔ تاہم امراء سلاطین کے لئے بہانے بنانا اور صحبتیں قائم کرنا زیادہ مشکل نہیں ہے۔ خلیفہ کی ایک کنیز تھی جسے تین ہزار درہم میں خریدا گیا تھا۔ اس کا نام دریرہ تھا۔ وہ نہایت خوش جمال تھی اور اپنے زمانہ میں زیبائی و ملاحت اور حسن کے اعتبار سے بے مثال تھی۔ خلیفہ کا رجحان اس کی طرف بہت زیادہ تھا اس کی محبت میں وہ اس قدر گرفتار تھا کہ اس کے لئے ساٹھ ہزار دینار کی لاگت سے بحیرہ میں

---

[46]) حوالہ مذکورہ

[47]) حوالہ مذکورہ

ایک عالیشان محل بنوایا جس میں دریرہ کو رکھا گیا۔ خلیفہ جب اس محل میں جاتا تو اولاً دریرہ کے کمرے کا طواف کرتا پھر دروازے پر دستک دیتا اور سر جھکائے کھڑا ہو جاتا۔ دریرہ آتی وہ اپنے رخسار اس کی ٹھوڑی کے نیچے رکھ دیتی بزور آہستہ آہستہ اس کے سر کو اونچا کرتی۔ المعتضد اسے دیکھتا اسے اپنے کندھوں پر بٹھالیتا اور رَقْص کُناں(خوش)ہوتا ہوا کمرے میں چلا جاتا۔

اسی دریرہ سے خلیفہ نے کہا کہ وہ زروزیورات نہایت گراں بہا اور جواہرات سے آراستہ ہو کر حضرت جنید بغدادی علیہ الرحمہ کے پاس جائے اور چہرہ سے نقاب اُٹھا کر اپنے آپ کو اس کے سامنے پیش کرنا چاہیے اور یہ کہنا چاہیے کہ میں نہایت مالدار ہوں۔ دنیا سے میرا دل سیر ہو گیا ہے اور میں آپ کے پاس اس غرض سے آئی ہوں کہ آپ مجھے اپنی صحبت میں قبول فرمائیں اور میں آپ کی صحبت میں حق تعالیٰ کی عبادت کروں۔ کیونکہ میرا دل اب یہی چاہتا ہے کہ میں سوائے آپ کی صحبت کے اور کسی جگہ نہ بیٹھوں۔

جنید بغدادی علیہ الرحمہ بھی تو ہماری طرح ایک انسان ہے، نفسانی خواہشات اس میں بھی ہیں، شیطان اس کی گھات میں بھی بیٹھا ہوا ہے، تجھے دیکھے گا تو یقیناً لوٹ پوٹ ہو جائے گا، اس کے جذبات میں گرمی آئے گی، چونکہ اس کی صحبت اختیار کرنے کی پیش کش تیری طرف سے ہو گی، وہ بڑی جلدی مان جائے گا، تم اس کے قریب ہوتے جانا، اتنا قریب کے جنید جنید نہ رہے۔ جنید میری دریرہ کے چنگل میں آجائے، پھر تم اس کی شکایت میرے پاس کرو اور ہم اسے ایک زانی کی سزا میں ملوث کر کے سنگسار کر سکیں۔

دریرہ چلی گئی مگر ساری رات نہ سو سکی، اس نے سن رکھا تھا کہ حضرت جنید بغدادی علیہ الرحمہ جو شریعت و طریقت کے شناور ہیں انوار الٰہی کا مخزن و منبع ہیں۔ انہیں علوم ظاہری و باطنی پر عبور حاصل ہے، انہیں وجوہات کی بنا پر وہ شیخ الشیوخ، زاہد کامل اور علم و عمل کا سرچشمہ مانے جاتے ہیں۔ آپ کو سید الطائفہ بھی کہا جاتا ہے، طاؤس العلماء اور سلطان المحققین کے القابات سے بھی پکارے جاتے ہیں۔

میں گندی اور غلیظ زندگی بسر کرنے والی دریرہ اس پاک ہستی پر وہ الزام لگاؤں جو ان کی ذات شریفہ میں نہیں ہے!! وہ تو کسی کی طرف بری نگاہ سے دیکھتے ہی نہیں، ان کے بہترین اخلاق و کردار کا ثمرہ یہی ہے کہ میری گواہی پر انہیں سنگسار کر کے مار دیا جائے۔ نہیں نہیں ایسا پاکیزہ وجود دنیا و جہاں کے لئے رحمت کا باعث ہے۔

لیکن اگر میں خلیفہ المعتضد باللہ احمد کی توقع پر پوری نہ اُتری تو وہ جس محبت اور خلوص سے میری پوجا کرتا ہے۔ نہ کرے گا، بلکہ میرے جسم کی بوٹیاں کر کے بغداد کے کتوں کے آگے ڈال دے گا۔ اسے مجھ جیسی کئی دریرہ مل جائیں گی مگر میرا ذکر اس کی کتاب دل سے نکال دیا جائے گا۔ مجھے وہی کچھ کرنا چاہیے جس کا حکم مجھے خلیفہ دے رہا ہے۔ دوسرے دن دریرہ نے بڑا زرق برق لباس پہنا، زروزیورات میں غرق ہو گئی، آنکھوں میں کاجل ڈالا، سر کی زلفیں سنواریں، پھول ٹانکے، رخساروں پر غازہ ملا، دانتوں کو چمکایا، اور قیامت خیز اداؤں کا مجسمہ بن کے خلیفہ کا انتظار کرنے لگی۔ تھوڑی دیر کے بعد خلیفہ آگیا، اس نے دریرہ کو دیکھا تو یقین نہ آیا کہ یہ دریرہ ہے یا قدرت کا ایک اور شاہکار ہے جس نے دریرہ کے حسن کو بھی ماند(بے آب وتاب) کر دیا ہے۔ خلیفہ نے آگے بڑھ کر اسے اپنی بانہوں میں لے لیا، اس کے رخساروں پر اپنے ہونٹ رکھ دیئے، کہا دریرہ میں چاہتا ہوں کہ تم آج جنید بغدادی علیہ الرحمہ کے ہاں نہ جاؤ آج میں سارا دن بس تجھے دیکھنا چاہتا ہوں۔

دریرہ بولی جیسے آپ کی مرضی میرے آقا، میں تو آپ کی باندی ہوں آپ جو حکم فرمائیں گے اسے بجالانے میں دیر نہ کروں گی۔ اگر مجھے جنید بغدادی کی مہم پر نہیں جانا ہے تو کیا میں یہ لباس اور زیورات اُتار دوں۔ نہیں دریرہ میں کوئی فیصلہ نہیں کر پارہا۔ جنید بغدادی بھی اس وقت میری راہ کا ایک نوکیلا کانٹا ہے، اس کو ہٹا کے مجھے اپنی راہ صاف کرنی ہے۔ تو تو میرے من کی رانی ہے تیری جدائی اور خاص کر کے آج کے دن مجھے بے قرار کردے گی، یہ بے قراری میرے لئے بڑا کڑاامتحان ہو گی۔

جاؤ! تم نے آج جس مقصد کے لئے تیاری کی ہے اسے حاصل کرنے کے لئے جاؤ اور بڑی جلدی مجھے اپنی کامیابی کی اطلاع دو، تمہارے ساتھ میراایک آدمی بھی جائے گا اگر تمہیں حصول مقصد میں کوئی دشواری پیش آئی تو یقیناوہ تمہارے کام آئے گا۔

دریرہ حضرت جنید بغدادی علیہ الرحمہ کی خدمت میں جا پہنچی۔ خلیفہ کا نوکر اس کے پیچھے پیچھے تھا، باوجود اس کے اکثر لوگ دریرہ سے آگاہ تھے، مگر اس کی ادائے جانانہ اور رفتار معشوقانہ ہر نگاہ کو اسے دیکھنے کی دعوت دے رہی تھی۔

حضرت جنید بغدادی علیہ الرحمہ گھر میں اکیلے تھے۔ خادم نے آگے بڑھ کر دستک دی اور دریرہ کے داخلہ کی اجازت طلب کی، دریرہ اندر آگئی۔ اس نے آتے ہی چہرے سے نقاب اُٹھا دیا۔ حضرت صاحب سر جھکا کے بیٹھے تھے۔ دریرہ کے آنے پر اسے ایک نظر دیکھا۔ آپ نے پھر نظریں نیچی کرلیں۔ نوکر دروازے کے باہر بیٹھ گیا۔

حضرت صاحب منتظر تھے کہ آنے والی خاتون خود ہی آنے کے بارے میں گفتگو کا آغاز کرے گی مگر حضرت صاحب کی خاموشی نے دریرہ کو گفتگو کی اجازت نہ دی وہ چپ رہی اس کا خیال یہی تھا کہ شاید حضرت صاحب اوراد میں مشغول ہیں، فارغ ہوں گے تو خود ہی مجھ سے آنے کے بارے میں پوچھیں گے۔

تھوڑی دیر کے بعد آپ نے پوچھا کہ دریرہ کو مجھ سے کیا کام ہے؟

دریرہ نے وہ ساری باتیں ایک ایک کر کے بیان کرنی شروع کردیں جن کی اسے تعلیم دی گئی تھی۔

جب اس نے اپنی بات ختم کرلی تو حضرت صاحب نے فرمایا۔ دریرہ! تم نے جو باتیں میرے روبرو بیان کی ہیں۔ میرے اندازے کے مطابق درست نہیں ہیں۔ کیونکہ تو نے کہا ہے:

۱) دنیا سے میرا دل سیر ہو گیا ہے۔ حالانکہ دنیاداری تیرے انگ انگ سے نمایاں ہے۔

۲) تو نے یہ بھی کہا ہے کہ میں تجھے اپنی صحبت میں قبول کروں۔ شاید تمہیں معلوم نہیں جس کی صحبت اختیار کرنی ہو پہلے اس صحبت کے اثرات قبول کرنے ہوتے ہیں۔

۳) اور تو نے یہ بھی کہا ہے کہ آپ کی صحبت میں حق تعالیٰ کی عبادت کروں۔ عورت کی عبادت گاہ اس کا گھر ہے۔

لہٰذا تمہیں چاہیے کہ یہ مکر وفریب کے جال سمیٹ کر اس کے پاس چلی جا جس نے تجھے میرے ہاں بھیجا ہے۔

اب دریرہ نے خوشامدانہ انداز اختیار کر لیا۔ چاپلوسی کرنے لگی۔ آپ اللہ والے ہیں، اللہ والے تو اللہ کی مخلوق سے پیار کرتے ہیں۔ ان کے دل کی جَراحتوں(زخموں)پر مرہم کے پھائے رکھتے ہیں۔ اگر آپ نے بھی ہم جیسے گنہگاروں کو ٹھکرادیا۔ تو ہم کس ٹھکانے کو تلاش کریں گے۔

دریرہ گفتگو کرتی رہی اور ساتھ ہی ساتھ آگے کی طرف سرکتی رہی۔ یہاں تک کہ وہ حضرت صاحب کے بالکل قریب پہنچ گئی۔ دریرہ کا گھٹنا جونہی حضرت کے گھٹنے سے لگا، حضرت صاحب پیچھے ہٹ گئے۔ فرمایا دریرہ! اگر تو اپنی زندگی چاہتی ہے تو اُلٹے پاؤں واپس چلی جاؤ۔

حضرت صاحب آپ کیسی باتیں کررہے ہیں؟ زندگی ضائع کردینے کی دھمکی تو اُمراء(اہلِ اقتدار، حاکم) دیا کرتے ہیں۔ ایسے لفظ ظالموں کی زبان سے سنے جاتے ہیں، آپ کیوں ایسے لفظ اپنی زبان پر سجانے لگے۔ شاید آپ نہیں جانتے میں دریرہ ہوں میری حکومت تو ہر دل پر قائم ہو سکتی ہے۔

آپ کے دل میں کس قدر سختی ہے۔ جو دریرہ کی خاطر نرم نہیں ہو رہا۔ مجھے ایک بار نظر بھر کے دیکھیں تو سہی۔ آپ کی آنکھوں میں بس جاؤں گی۔

دریرہ میرے پاس ایسی باتوں کے لئے وقت نہیں ہے، بس آپ چلی جائیں۔ مجھے دیکھنے پر مجبور نہ کریں میں نے دیکھ لیا تو پھر شاید تو کسی دوسرے کو نہ دیکھ سکے۔

یہی تو میں چاہتی ہوں آپ مجھے دیکھیں میں قدرت کا شاہکار ہوں۔ مجھے جس نے بھی دیکھا ہے وہ میرا ہو کے رہ گیا ہے۔

اب دریرہ نے اپنی لمبی انگلیوں والا ہاتھ آگے بڑھایا، وہ آپ سے لپٹ جانا چاہتی تھی۔ حضرت صاحب نے فوراً سر اٹھایا ایک آہ بھری۔ دریرہ اسی وقت گر پڑی اور فوت ہوگئی۔

غلام کو اس کے مرنے کی خبر ہوئی وہ بھاگا بھاگا خلیفہ کے پاس گیا۔ اور دریرہ کے مرجانے کی اطلاع دی۔

حسن(غلام کا نام) یہ مجھے تم کیا سنا رہے ہو؟ کس کی موت کی اطلاع مجھے دے رہے ہو خلیفہ نے رندھی ہوئی آواز میں غلام سے پوچھا۔

جی حضور! میں سچ کہتا ہوں، حضرت جنید بغدادی نے اسے ایک نظر دیکھا اور شاید وہ ان کی جلالت کو برداشت نہیں کر سکی۔ بس باتیں کرتے کرتے خاموش ہوگئی۔ اور موت نے اسے ہمیشہ کے لئے خاموش کردیا۔

کہیں جنید بغدادی علیہ الرحمہ نے اسے کوئی طمانچہ تو نہیں مارا، کوئی زہریلی چیز تو نہیں اسے کھلادی؟ نہیں حضور وہ تو بڑی لہک لہک کے باتیں کررہی تھی۔ اپنی باتوں اور اداؤں کا جادو جگا رہی تھی، البتہ اس کی باتوں میں کھلی دنیاداری تھی۔ وہ دنیاداری جسے اللہ والے پسند نہیں کرتے۔

خلیفہ کے بدن میں آگ سی لگ گئی، اسی وقت اُٹھا اور حالات و حقائق معلوم کرنے کے لئے حضرت جنید بغدادی علیہ الرحمہ کے ہاں روانہ ہوا۔ دیکھا کہ دریرہ زمین پر پڑی ہے۔ اس کے چہرے پر وہی مسکراہٹیں ہیں۔ جو وہ لے کر تھوڑی دیر پہلے خلیفہ کے پاس سے آئی تھی۔ خلیفہ کی آنکھیں اس کی جدائی میں بھیگی ہوئی تھیں۔

خلیفہ نے عرض کیا: اے شیخ آپ کا حال کیسا ہے؟ آپ نے اسی محبوبہ کو مار ڈالا اور جلادیا جس کی نگاہ اور مسکراہٹ کتنے ہی لوگوں کو مار سکتی تھی، اور کتنے ہی لوگوں کو جلا سکتی تھی۔

آپ نے فرمایا اے امیر المومنین! کیا آپ کو مومنوں پر ایسی ہی شفقت ہے کہ آپ چاہتے ہیں کہ میری چالیس سالہ ریاضتِ بے خوابی اور نفس کشی کو وہ کنیز برباد کردیتی۔ یہ آپ کی دریرہ چاہتی تھی کہ میرے ان تاروں کو توڑ دے جو بڑی مشکل سے میرے خدا سے ملے تھے۔ لیکن یہ بربادی مجھے پسند نہیں تھی۔ میں نے ان تاروں کو توڑ دیا جن کا تعلق آپ اور دریرہ کے درمیان قائم تھا۔ آپ کے نزدیک دریرہ مرگئی ہے۔ مگر میرے نزدیک وہ زندہ ہوگئی ہے۔

وہ ایک فقیر کے ہاں غلیظ زندگی میں لتھڑی ہوئی آئی تھی۔ اس فقیر نے پسند نہیں کیا کہ وہ پھر اس طرح کی زندگی گزارے۔ اللہ نے اس کے گناہ معاف کردیئے ہیں۔ اور مزید گناہ کرنے سے بچالیا ہے، جاؤ اسے لے جاؤ اور اس کے کفن دفن کا انتظام کرو۔

خلیفہ ان باتوں سے مطمئن ہوگیا وہ سمجھ رہا تھا کہ آپ واقعتاً اللہ کے پیارے ہیں۔ اور سچے صوفی ہیں۔ اس کے بعد اسے جرأت نہیں ہوئی کہ آپ کی شان میں کسی قسم کی گستاخی کرے، بلکہ آپ کے نام اور مقام سے واقف ہوگیا۔ اور آپ کا نام عزت و توقیر سے لیتا تھا۔

دریرہ کی لاش خلیفہ کے حکم سے اُٹھائی گئی۔ اور بڑے اعزاز کے ساتھ دفن کردیا گیا۔ خلیفہ خود اس کے جنازے کے ساتھ گیا۔ اور اس کے فراق میں درد انگیز ایک قصیدہ لکھا جسے وہ اکثر پڑھا کرتا تھا۔ اس نے اس محل کو مُنْہَدِم (مسمار، ختم) کروادیا جو دریرہ کے لئے بنوایا تھا۔ مگر شاید وہ مندر منہدم نہ ہوسکا جو اس نے اپنے دل میں بنا رکھا تھا۔ کیونکہ دریرہ کے غم اور اس کی یاد اسے برابر تڑپاتی رہی۔ وہ اس کے غم میں بیمار ہوگیا اور ۲۲ ربیع الآخر ۲۸۹ھ میں وفات پاگیا۔

حضرت جنید بغدادی ۲۱۰ھ میں اس دنیا میں تشریف لائے اور ۲۹۷ھ میں اس دنیا سے تشریف لے گئے۔ (بشکریہ ماہنامہ ''نور الاسلام'' لاہور)

تبصرۂ اُویسی غفرلہٗ: یہاں سے سنّی ہوکر حضرت امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی دشمنی وعداوت پر کمربستہ ہیں وہ خصوصیت سے اس نظریہ پر نظر ثانی کریں کہ سیدنا جنید بغدادی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سنّیوں کے پیرانِ پیر نے جان ہتھیلی پر رکھ کر عوام کی طعن و تشنیع کی پرواہ کئے بغیر حضرت امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا کس طرح دفاع فرمایا، لوگوں نے آپ کو زندیق تک کہا اس کی بھی آپ نے پرواہ نہ کی۔ سنّی برادری پر لازم ہے کہ وہ تاریخی کتابوں کے افسانے پڑھ کر جہنم کا ایندھن نہ بنیں بلکہ اپنے پیرانِ پیر سیدنا جنید بغدادی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی پیروی کریں۔

آغاز سوالات وجوابات: ہم حضرت امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ یا کسی اور صحابی کے بارے میں عِصْمَت (وہ پاک دامنی جو ابتدائے پیدائش سے آخر عمر تک رہے یعنی گناہ سے عمر بھر بچا رہنے) کا دعویٰ نہیں کرتے، عصمت ملائکہ وانبیاء کرام علیہم السلام کی خصوصیت ہے جیسا کہ ''مرام الکلام'' میں اس کی تحقیق کی گئی ہے اس کے باوجود انبیاء علیہم السلام سے بہت سی باتیں جو سہواً یا بطور شریعت صادر ہوئی ہیں انہیں لغزش کہا جاتا ہے مگر ان کا نام ترکِ افضل رکھنا افضل ہے اور اگر کسی صحابی سے ایسی بات صادر ہو جو ان کے مقام کے لائق نہیں تو یہ بعید از امکان نہیں اور جب صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کے درمیان مُشاجَرات (اختلافات) رونما ہوئے تو ان کی آپس میں جنگیں بھی ہوئیں۔ سخت کلامی بھی ہوئی اور ایسے امور بھی سرزد ہوئے جن میں تامل کرنے والے کو تَوَحُّش (نفرت یا خوف) ہوتا ہے۔

لیکن ہمارے اہلسنّت والجماعت کا مذہب یہ ہے کہ ایسے امور میں حتی الوسع تاویل کی جائے اور جہاں تاویل ممکن نہ ہو وہاں روایت کا رَدّ کر دینا واجب ہے اور سکوت اختیار کرنا اور طعن سے گریز کرنا لازم ہے کیونکہ یہ بات قطعی ہے کہ اللہ عزوجل نے ان اکابر سے مغفرت اور بھلائی کا وعدہ فرمایا ہے اور حدیث میں فرمایا گیا ہے کہ آگ ان کو نہیں چھوئے گی اور جو شخص ان پر زبانِ طعن دراز کرے اس کے بارے میں سخت وعید آئی ہے اس لئے تمام صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین سے حسنِ طعن رکھنا اور ان کا ادب کرنا تمام اہلِ اسلام پر واجب ہے اسی پر ہم اللہ تعالیٰ سے ثابت قدمی کی دعا کرتے ہیں۔

لطیفہ: اکثر لوگ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ پر طعن اور شکوہ کرتے ہیں اس میں ایک حکمت یہ ہو کہ شاید ان سے کوئی بات ہو گئی ہو گی اور اللہ تعالیٰ کا ارادہ ہوا کہ تا قیامت ان کے لئے اعمالِ صالحہ کا سلسلہ جاری رہے۔

نکتہ: چونکہ شیعہ مرتد ہیں ان کی نیکیاں کہاں۔ سنّی صحابہ میں سے صرف امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی مذمت کرنے لگے تو ان کی نیکیاں امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے لئے جمع ہو رہی ہیں۔

مقدمہ: سوالات سے پہلے چند اہم قواعد سمجھنے ضروری ہیں۔

(۱) ابن العربی نے ''عارضة الأحوذي''[48] میں لکھا ہے کہ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے متعلق مخالفین نے من گھڑت افسانے گھڑے اور انہیں رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی طرف منسوب کئے وہ سب کے سب غلط ہیں اور بعض احادیث قابلِ اعتبار ہیں لیکن ان کے محامل غلط بیان کئے اور جن لوگوں سے ایسی باتیں منقول ہیں وہ خود گمراہ اور عقیدۂ اہلسنّت سے کوسوں دور تھے اسی لئے ان پر کوئی اعتماد نہیں کیا جا سکتا۔

(۲) قرآن مجید نے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی بار بار مدح سرائی فرمائی ہے اور مجموعہ احادیث تو شمار سے باہر ہے۔ جو انسان خدا اور سول جل جلالہٗ، صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو مانتا ہے وہ ان کے ارشادات کی طرف کان نہیں دھرتا، محض چند تاریخی ڈھکوسلوں پر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین کا مخالف بنتا ہے تو وہ یقین کرے کہ وہ زندہ دوزخی ہے۔

(۳) حضرت امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ پر جتنے اعتراضات ہیں اکثر من گھڑت ہیں، اگر بعض روایات میں کچھ ہے تو ان کی تاویل لازم ہے اس لئے کہ قاعدہ ہے کہ معظم حضرات کی خطا کو خطا سمجھنا عین خطا ہے۔ شیخ سعدی علیہ الرحمہ نے فرمایا: "خطائے بزرگان گرفت خطا ست"

سوال نمبر ۱: بعض محدثین جن میں مجدالدین شیرازی ''صاحب سفر السعادة'' بھی شامل ہیں کہتے ہیں کہ ان کے فضائل میں کوئی حدیث صحیح وارد نہیں ہوتی۔ اسی طرح امام بخاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ابنِ ابی ملیکہ کی حدیث پر ''باب ذكرِ معاويه'' کا عنوان قائم کیا ہے دوسرے صحابہ کی طرح مناقب یا فضائل کا عنوان نہیں رکھا۔

جواب نمبر ۱: اس سے پہلے دو حدیثیں گذر چکی ہیں (۱) مسند احمد کی (۲) سنن ترمذی کی

---

48) (عارضة الأحوذي بشرح صحيح الترمذي لابن العربي)

پس اگرعدم صحت سے مرادعدم ثبوت ہے فلہٰذا یہ قول مردود ہے اور اگر صحت سے صحت مصطلحہ عندالمحدثین مراد ہے کوئی حرج نہیں کیونکہ اس کا دائرہ تنگ ہے احادیثِ صحیحہ کی قلت کی وجہ سے بیشتر مناقب احادیث (حِسان) (حسن کی جمع) ہی سے ثابت ہوتے ہیں۔

جواب نمبر ۲: مسند احمد و سنن کی حدیث درجہ حسن سے کم نہیں اور فن حدیث میں طے ہو چکا ہے کہ حدیث ضعیف پر بھی عمل جائز ہے حدیث حسن کی تو بات ہی کیا ہے۔ علامہ پرہاروی نے فرمایا کہ میں نے کسی معتبر کتاب میں امام مجد الدین ابن الاثیر کا قول دیکھا کہ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی فضیلت میں مسند احمد کی حدیث صحیح ہے لیکن اس کتاب کا نام اس وقت میرے ذہن سے اُتر گیا۔[49]

جواب نمبر ۳: شیخ مجد الدین ہوں یا کوئی اور محدث کوئی بات فرمائیں تو وہ ان کا اپنے مطالعہ اور معلومات تک محدود ہوگا اصل حقیقت کا انکار نہیں ہو سکے گا، مثلاً امام مالک نے حضرت اویس قرنی کے وجود کا انکار کیا تو وہ ان کے اپنے معلومات تک محدود ہے اس سے حضرت اویس قرنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے وجود کا انکار نہیں ہوگا۔ تفصیل دیکھئے فقیر کی کتاب "ذکرِ اُویس" میں۔

جواب نمبر ۴: امام بخاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے طرز کا جواب یہ ہے یہ ان کا تَفَنُّن فِي الكلام (کلام میں خوش طبعی) ہے چنانچہ انہوں نے اسامہ بن زبیر عبداللہ بن سلام جبیر بن مطعم بن عبداللہ رضی اللہ عنہم کے اذکارِ جلیلہ ذکرِ فلاں کے عنوان سے ہی ذکر فرمائے ہیں۔

جواب نمبر ۵: کسی کا ذکر اس سے محبت کی دلیل ہے۔ حدیث شریف میں ہے: فمن أحب شيئا أكثر من ذكره[50]

یعنی جو کسی سے محبت کرتا ہے تو اسے بہت زیادہ یاد کرتا ہے۔ تو ذکر بھی مدح ہے۔

حضور سرورِ عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: ذِكْرُ الْأَنْبِيَاءِ مِنَ الْعِبَادَةِ، وَذِكْرُ الصَّالِحِيْنَ كَفَّارَةُ الذُّنُوبِ[51]

یعنی انبیا علیہم السلام کا ذکر عبادت اور اولیاء کرام کا ذکر گناہوں کا کفارہ ہے۔

اور مشہور ہے: تَنْزِلُ الرَّحْمَةُ عِنْدَ ذِكْرِ الصَّالِحِيْنَ[52]

یعنی اللہ والوں کے ذکر پر نزولِ رحمت ہوتا ہے۔

امام بخاری علیہ الرحمہ کا باب المناقب میں اس کا عنوان ذکر سے کرنا مناقب و فضائل کی دلیل نہیں تو اور کیا ہے۔

---

49) (الناهية عن طعن أمير المؤمنين معاوية، فصل في الاجوبة عن مطاعنه، ص68، غراس للنشر والتوزيع، الكويت، الطبعة: الأولى، 1422 هـ)

50) (الشفا بتعريف حقوق المصطفى، الباب الثاني في لزوم محبته صلى الله عليه وسلم وفيه ستة فصول، الفصل الرابع علامة محبته صلى الله عليه وسلم، 58/2، دار الفكر الطباعة والنشر والتوزيع، عام النشر: 1409 هـ 1988 م)

51) (جمع الجوامع المعروف بـ «الجامع الكبير»، القسم الأول: الأقوال "حرف الذال"، 63/5، الحديث 14264/60، الأزهر الشريف، القاهرة جمهورية مصر العربية، الطبعة: الثانية، 1426 هـ 2005 م)

52) (الآداب الشرعية، فصل في النظر إلى ما يخشى منه الوقوع في الضلال والشبهة، 208/1، عالم الكتب)

سوال نمبر ۲: صحیح مسلم میں حضرت ابنِ عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ میں بچوں کے ساتھ کھیل رہا تھا کہ اتنے میں حضور نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم تشریف لائے تو میں دروازے کے پیچھے چھپ گیا، آپ نے ازراہِ کرم میرے کاندھوں کے درمیان مکلمار کر فرمایا جاؤ معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو بلا لاؤ۔ میں گیا اور واپس آکر عرض کی کہ وہ کھانا کھا رہے ہیں۔ حضور نبی پاک صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا اللہ تعالیٰ اس کا پیٹ نہ بھرے۔

جواب نمبر ۱: یہ کلمہ عادتِ عرب کے طور پر ہے مثلاً کہا جاتا ہے ''قاتله الله ما أكرمه! ويل أمه وأبيه ما أجودهما'' اس کے حقیقی معنی مراد نہیں ہوتے، اگر تسلیم کیا جائے تو اللہ تعالیٰ اس کو رحمت و قربت بنادے جیسا کہ احادیث صحیحہ میں وارد ہوا ہے۔

(۱) صحیح مسلم میں ایک باب کا عنوان ہے کہ جس شخص کو آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے لعنت کی ہو یا سخت کلمہ کہا ہو یا بددعا دی ہو اور وہ اس کا اہل نہ ہو تو یہ اس کے لئے پاکیزگی اجر اور رحمت ہے۔[53]

(۲) اسی باب میں حضرت ام سلیم رضی اللہ عنہا کی یہ حدیث بھی ہے کہ حضور نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کیا تجھے معلوم نہیں ہے کہ میں نے اپنے رب عزوجل سے کیا شرط کر رکھی ہے۔ کہ میں نے دعا کی اے اللہ! میں بشر ہی تو ہوں پس جس شخص کو میں نے لعنت کی ہو یا اسے سخت لفظ کہا ہو تو تُو اس کے لئے اسے زکوٰۃ (پاکیزگی) اور رحمت بنادے۔[54]

(۳) حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی حدیث نقل کی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے دعا کی کہ اے اللہ میں تیرے ہاں سے ایک عہد لینا چاہتا ہوں تو کبھی اس کے خلاف نہ فرما۔ میں بشر ہی تو ہوں پس جس مسلمان کو میں نے ایذاء دی ہو، گالی دی ہو، لعنت کی ہو، مارا ہو تو پس تو اس کو اس شخص کے لئے رحمت زکوٰۃ اور قربت عطا فرما، یعنی، قیامت میں اس کو اپنا قربِ خاص عطا فرما۔[55]

(۴) ایک روایت میں یہ لفظ ہیں، اے اللہ! محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم بھی ایک بشر ہے اسے بھی غصّہ آجاتا ہے جس طرح کہ دوسرے انسانوں کو غصّہ آجاتا ہے الخ۔[56]

(۵) حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی حدیث نقل کی ہے حضور نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا میں نے اپنے رب عزوجل سے ایک شرط کر رکھی ہے۔ میں نے کہا کہ میں ایک بشر ہی ہوں خوش بھی ہوتا ہوں جس طرح اور انسان خوش ہوتے ہیں غصّے بھی ہوتا ہوں جس طرح اور انسان غصّے ہوتے ہیں۔ پس

---

[53] (صحيح مسلم، كتاب البر والصلة والآداب، باب من لعنه النبي صلى الله عليه وسلم أو سبه أو دعا عليه، وليس هو أهلا لذلك، كان له زكاة وأجرا ورحمة، 4009/4، الحديث 94/ 2602، مطبعة عيسى البابي الحلبي وشركاه، القاهرة، عام النشر: 1374 هـ 1955 م)

[54] (صحيح مسلم، كتاب البر والصلة والآداب، باب من لعنه النبي صلى الله عليه وسلم أو سبه أو دعا عليه، وليس هو أهلا لذلك، كان له زكاة وأجرا ورحمة، 4009/4، الحديث 95/ 2603، مطبعة عيسى البابي الحلبي وشركاه، القاهرة، عام النشر: 1374 هـ 1955 م)

[55] (صحيح مسلم، كتاب البر والصلة والآداب، باب من لعنه النبي صلى الله عليه وسلم أو سبه أو دعا عليه، وليس هو أهلا لذلك، كان له زكاة وأجرا ورحمة، 4009/4، الحديث 93/ 2601، مطبعة عيسى البابي الحلبي وشركاه، القاهرة، عام النشر: 1374 هـ 1955 م)

[56] (صحيح مسلم، كتاب البر والصلة والآداب، باب من لعنه النبي صلى الله عليه وسلم أو سبه أو دعا عليه، وليس هو أهلا لذلك، كان له زكاة وأجرا ورحمة، 4009/4، الحديث91/ 2601، مطبعة عيسى البابي الحلبي وشركاه، القاهرة، عام النشر: 1374 هـ 1955 م)

اپنی امت کے جس شخص پر میں نے بد دعا کی ہو جس کا وہ مستحق نہ ہو تو میری دعا یہ ہے کہ تو اس بد دعا کو اس کے لئے طہارت اور زکوٰۃ اور قربت کا موجب بنا دے۔ کہ اس کے ذریعہ تو اسے قیامت تک اپنا قرب عطا فرماتا رہے۔[57]

فائدہ: ان روایات سے ثابت ہوا کہ یہ بد دعا نہیں تھی، بلکہ لطف و کرم کا کلمہ اور حضرت امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے لئے رحمت ہی رحمت ثابت ہوا بلکہ ہزاروں مراتب و کمالات کے حصول کا موجب، چنانچہ امام نووی رحمۃ اللہ علیہ نے لکھا ہے کہ یہ جملہ برائے امیر معاویہ بد دعا نہیں بلکہ دعا ہے۔[58]

(تطهير الجنان)

جب دعا ہے تو اہلسنّت کا عقیدہ ہے کہ نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی ہر دعا مستجاب ہوتی ہے اور یقیناً یہ دعا بھی مستجاب ہوئی اور جب واضح ہو گیا کہ یہ کلمہ دعا بن کر نکلا اور پھر وہ اپنے معنے میں نہیں بلکہ اس سے دنیوی منفعتوں سے مالا مال ہونا مراد ہے کیونکہ سیر ہو کر کھانا دنیا کی منفعتوں سے مالا مال ہونا ہے جیسا کہ کہا جاتا ہے کہ فلاں کا پیٹ بھرا ہوا ہے یعنی مالدار ہے اور پیٹ بھر جانا ایک نعمتِ خداوندی ہے جسے چاہے عطا فرمائے اور رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی دعا کی قبولیت کا یقین ہونا ہم اہلسنّت کے عقیدہ میں شامل ہے۔ تو نتیجہ صاف ظاہر ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے گویا حضرت امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے لئے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ اسے دنیوی منفعتوں سے بھرپور فرمائے۔ چنانچہ یہ ہمارے آقا و مولیٰ حضرت محمد مصطفی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی دعا پاک کا ثمر ہے کہ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے دنیوی منفعتوں سے وافر (کثیر) مال پایا اور ظاہر ہے کہ یہ منفعتیں ان کے لئے رحمت ہی رحمت بنا اور نہ صرف دنیا میں بلکہ آخرت میں بھی۔ مزید جوابات و تشریح فقیر کی تصنیف ''فضائلِ امیر معاویہ'' میں پڑھئے۔

سوال نمبر۳: ترمذی نے یوسف بن سعید سے روایت کی ہے کہ جب حضرت حسن بن علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضرت امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے بیعت کر لی تو ایک شخص نے کھڑے ہو کر کہا کہ آپ نے اہلِ ایمان کا منہ کالا کیا، یعنی، کہا اے امیر! مومنوں کا منہ کالا کرنے والے۔ آپ نے فرمایا اللہ تجھ پر رحم فرمائے مجھے اس پر ملامت نہ کر کیونکہ حضور نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے بنوامیہ کو اپنے منبر پر بیٹھے دیکھا تو آپ کو ناگواری ہوئی اور اس پر نازل ہوئی:

اِنَّآ اَعۡطَيۡنٰكَ الۡكَوۡثَرَ (پارہ ۳۰، سورۃ الکوثر، آیت ۱)

ترجمہ: اے حبیب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ہم نے آپ کو کوثر (جو ایک بہشت کی نہر ہے) عطا کی۔

اور اِنَّآ اَنۡزَلۡنٰهُ فِىۡ لَيۡلَةِ الۡقَدۡرِ ۝ وَمَآ اَدۡرٰىكَ مَا لَيۡلَةُ الۡقَدۡرِ ۝ لَيۡلَةُ الۡقَدۡرِ خَيۡرٌ مِّنۡ اَلۡفِ شَهۡرٍ ۝ (پارہ ۳۰، سورۃ القدر، آیت ۱تا۳)

ترجمہ: بے شک ہم نے اسے (قرآن) شب قدر میں اتارا اور تم نے کیا جانا کیا شب قدر شب قدر ہزار مہینوں سے بہتر۔

---

57) (صحيح مسلم، كتاب البر والصلة والآداب، باب من لعنه النبي صلى الله عليه وسلم أو سبه أو دعا عليه، وليس هو أهلا لذلك، كان له زكاة وأجرا ورحمة، 4009/4، الحديث 91/ 2603، مطبعة عيسى البابي الحلبي وشركاه، القاهرة، عام النشر: 1374 هـ 1955 م)

58) (تطهير الجنان واللسان لابن حجر الهيتمي، الفصل الثالث: في الجواب عن أمور، ص103، دار الامام النووي، 2008م)

قاسم بن فضل کہتے ہیں کہ ہم نے بنوامیہ کی حکومت کا حساب لگایا تو پورے ہزار مہینے نکلا نہ کم نہ زیادہ۔

امام ابن اثیر الجامع میں فرماتے ہیں کہ ان کی حکومت ۸۳ سال ۴ مہینے رہی۔ حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے وصال کے ٹھیک پورے تیس سال بعد حضرت حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضرت امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے بیعت کی اور ان کی حکومت ابو مسلم خراسانی کے ہاتھوں ختم ہوئی۔ پس یہ کل مدت ۹۲ سال ہوئی اس میں سے ابنِ زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی مدت خلافت آٹھ سال آٹھ مہینے نکال دیئے جائیں تو پورے ہزار مہینے باقی رہ جاتے ہیں[59] اور حضرت عمران بن حصین رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ حضور نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا وصال ہوا تو آپ تین قبیلوں کو ناپسند فرماتے (۱) بنو ثقیف (۲) بنو حنیفہ (۳) بنواُمیہ۔[60] (رواہ الترمذی)

جواب: اس سے مقصد مطلقاً بنوامیہ کی مذمت نہیں کیونکہ انہی میں سے حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور خلیفہ راشد عمر بن عبدالعزیز رضی اللہ تعالیٰ عنہ بھی تھے اور یہ دونوں باجماعِ اہلسنّت امام ہدایت تھے۔ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو جس چیز سے ناگواری تھی وہ تھی جو یزید بن معاویہ، عبداللہ بن زیاد اور اولادِ مروان سے صادر ہوئی یعنی سنت کی مخالفت اور صحابہ کرام اور عِتْرَت (آل، اولاد) مطہرہ کو ایذا دینا۔

حضرت حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا مقصود یہ تھا کہ امرِ خلافت کا بنوامیہ کی طرف مُستَقِل (ثابت قدم) ہونا نَوِشْتۂ تقدیر (قسمت کا لکھا ہوا) اور اہلِ بیت نبوت کے لئے اللہ تعالیٰ کی نعمتیں بہتر ہیں۔

سوال نمبر ۴: صحیح مسلم میں سعد بن ابی وقاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت معاویہ بن ابی سفیان رضی اللہ تعالیٰ عنہم حضرت سعد رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پاس آئے اور ان سے کہا کہ ابو تراب (حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کو برا بھلا کہنے میں آپ کو کون سی چیز مانع ہے۔ آپ نے فرمایا کہ جب تک مجھے وہ تین باتیں یاد ہیں جو آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ان کے بارے میں فرمائی ہیں میں کبھی ان کی برائی نہیں کر سکتا۔ ایک تو یہ ہے کہ "آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا تھا کہ تمہاری مجھ سے وہی نسبت ہے جو ہارون کو موسیٰ سے تھی (علیہم السلام) مگر یہ کہ میرے بعد کوئی نبی نہیں ہے۔" دوسرے یہ کہ آپ نے خیبر کے دن فرمایا تھا کہ کل میں جھنڈا ایک ایسے آدمی کو دوں گا جو اللہ تعالیٰ سے اور اس کے رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے محبت رکھتا ہوگا اور خدا اور رسول کو اس سے محبت ہے۔ تیسرے یہ کہ "جب آیتِ مبارکہ نازل ہوئی تو آپ نے حضرت علی، حضرت فاطمہ، حضرت حسنین کریمین (رضی اللہ عنہم) کو ملایا اور کہا کہ اے اللہ عزوجل یہ لوگ میرے اہلِ بیت ہیں۔" اور کوئی شک نہیں کہ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی بدگوئی کرنا کھلی غلطی ہے۔

---

[59]) (جامع الأصول لابن الأثير. الكتاب الأول: في تفسير القرآن وأسباب نزوله سورة القدر .432/2. الحديث 881 الناشر: مكتبة الحلواني مطبعة الملاح مكتبة دار البيان. الطبعة: الأولى. 1389 هـ، 1969 م)

[60]) (سنن الترمذى. أبواب المناقب. باب في ثقيف وبني حنيفة. 729/5. الحديث 3943. شركة مكتبة ومطبعة مصطفى البابي الحلبي – مصر. الطبعة: الثانية. 1395 هـ 1975م)

جواب نمبر ۱: شرح مسلم میں ذکر کیا ہے کہ اس کی تاویل لازم ہے یا تو یہ کہ سب سے ان کے اجتہاد کی غلطی اور اپنے اجتہاد کی درستگی کا اظہار مراد ہے۔[61]

جواب نمبر ۲: انہوں نے کچھ لوگوں کو سنا کہ وہ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی بدگوئی کرتے ہیں اس لئے انہوں نے چاہا کہ حضرت سعد رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی زبان سے حضرت علی کرم اللہ وجہہ کی فضیلت کا اظہار کرا کر انہیں اس فعل سے باز رکھیں۔[62]

جواب نمبر ۳: اس میں حضرت علی کرم اللہ وجہہ کو برا بھلا کہنے کا حکم نہیں دیا گیا بلکہ سبب مانع دریافت کیا گیا ہے اور حضرت علی کرم اللہ وجہہ کو "ابو تُراب" کی کنیت سے یاد کرنا کوئی طعن نہیں ہے کیونکہ یہ تو حضرت علی کرم اللہ وجہہ کی محبوب ترین کنیت تھی، جیسا کہ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ خود بھی اس کنیت کو زیادہ پسند فرماتے اس لئے اس کنیت سے ہی حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے سیدہ فاطمہ اور سیدنا علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہما کی صلح کا آغاز کیا تھا، تفصیل دیکھئے فقیر کی کتاب "شرح حدیث فدک"۔

جواب نمبر ۴: حضرت امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ صحابیِ رسول، کاتبِ وحیِ الٰہی، صحابی کے بیٹے اور حضور نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے سالے تھے۔ جیسے تفصیل گذری ہے۔ ہمارے لئے بہتری اسی میں ہے کہ ہم صحابہ کرام کے باہم اختلاف کو ہوا نہ دیں اور ان کے معاملہ کو سپردِ خدا کردیں۔

جواب نمبر ۵: خلافتِ معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ میں حضرت علی کرم اللہ وجہہ کے مخالفین کا کافی زور ہو گیا۔ اور وہ ان کو برائی کے ساتھ یاد کرتے تھے۔ اس لئے حضرت امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضرت سعد رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو سبّ و شتم پر اُکسایا نہیں بلکہ ان سے دریافت کیا ہے جیسا کہ حدیث کے الفاظ مَامَنَعَکَ اس پر دال ہے کہ ان کا حضرت علی کرم اللہ وجہہ کے بارے میں کیا ظن ہے اور وہ کس وجہ سے مخالفینِ علی کا ساتھ نہیں دیتے اگر وہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ کی جلالتِ مرتبت کا لحاظ رکھتے ہیں پھر تو ٹھیک ہے ورنہ وہ غلطی پر ہیں اور ان کو اس کلمہ سے اجتناب چاہیے۔ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے اس سوال کا جواب جو حضرت سعد رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے دیا اس سے ان کے مافی الضمیر اور حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے عُلو شان کا پتہ چلتا ہے۔ وہ جواب یہ تھا کہ اے معاویہ میں حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو گالی نہ دوں گا کیونکہ میں نے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے سنا تھا کہ وہ تو میرے لئے ایسے ہیں جیسے موسیٰ علیہ السلام کے لئے ہارون علیہ السلام اور یہ کہ خیبر میں فرمایا کہ میں جھنڈا اسے دوں گا جو اللہ اور رسول کو محبوب ہے۔ اور جب مباہلہ کی آیت اتری تو حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم علی و فاطمہ و حسنین کو ساتھ لے گئے۔ (رضی اللہ عنہم)

جواب نمبر ۶: سطحی طور پر تو یہ اعتراض بڑا وزنی معلوم ہوتا ہے کیونکہ عوام میں لفظ سبّ گالی گلوچ اور بدگوئی کے لئے مستعمل ہو رہا ہے لیکن اہلِ علم کے نزدیک سرے سے یہ حدیث شریف قابلِ اعتراض نہیں بلکہ غور و فکر سے کام لیا جائے تو اس میں امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ

---

[61] (شرح النووي على مسلم، كتاب فضائل الصحابة رضي الله عنهم، باب من فضائل علي بن أبي طالب رضي الله عنه، 175/15، دار إحياء التراث العربي – بيروت، الطبعة: الثانية، 1392هـ)

[62] (شرح النووي على مسلم، كتاب فضائل الصحابة رضي الله عنهم، باب من فضائل علي بن أبي طالب رضي الله عنه، 175/15، دار إحياء التراث العربي – بيروت، الطبعة: الثانية، 1392هـ)

کے مدائح و مناقب سننا چاہتے ہیں۔ کیونکہ آپ کو معلوم تھا کہ سعد رضی اللہ تعالیٰ عنہ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے خیر خواہ ہیں۔ مجھے جو جواب دے گا وہ مدح ہی ہو گی۔

جواب نمبر۷: یہ سوال جاہل تو کر سکتے ہیں لیکن اہلِ علم کو زیب نہیں دیتا کیونکہ قرآن وحدیث کے محاورات اور استعمالات کو اگر ہم عوام کے خیال پر صحیح سمجھیں تو پھر دین وایمان کی خیر نہیں مثلاً اللہ تعالیٰ نے فرمایا: اِنۡ هِیَ اِلَّا فِتۡنَتُكَ ؕ[63] فتنہ ہمارے عرف میں ایک برا کلمہ ہے لیکن اللہ عزوجل اپنے لئے فرما رہاہے حالانکہ یہاں پر فتنہ بمعنٰے آزمائش ہے۔ ایسے ہی "وَ مَكَرُوۡا وَ مَكَرَ اللّٰهُ ؕ"[64] ہمارے عرف میں مکر ایک قبیح فعل ہے لیکن اللہ عزوجل نے اپنے لئے فرمایاہے لیکن حقیقت یہ ہے کہ یہاں مکر بمعنٰے خفیہ تدبیر ہے۔ ایسے ہی محاورۂ سبّ قرآنی آیات واحادیث میں مختلف استعمالات رکھتاہے۔ وہ نہیں مگر تیرا آزمانا۔

(۱) کسی کی برائی کرنا کما قال تعالیٰ: وَلَا تَسُبُّوا الَّذِيۡنَ يَدۡعُوۡنَ مِنۡ دُوۡنِ اللّٰهِ فَيَسُبُّوا اللّٰهَ عَدۡوًاۢ بِغَيۡرِ عِلۡمٍ۔ (پارہ۷، سورۃ الانعام، آیت۱۰۸)

ترجمہ: تم انہیں برا نہ کہو جن کو یہ مشرکین خدا کے سوا پوجا کرتے ہیں ورنہ یہ خدا کو بے علم بُرا کہیں گے۔

یہاں سبّ کے معنی گالیاں نہیں کیونکہ صحابہ کرام (رضی اللہ عنہم) فحش گوئی نہیں کیا کرتے تھے بہت مہذب بزرگ تھے یہاں سبّ کے معنی بُرا کہنا ہے۔

(۲) حضور نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اللہ کے حضور دعا کی

"اللَّهُمَّ إِنَّمَا أَنَا بَشَرٌ فَأَيُّ الْمُسْلِمِينَ لَعَنْتُهُ أَوْ سَبَبْتُهُ فَاجْعَلْهُ لَهُ زَكَاةً وَأَجْرًا"[65]

یعنی جس مسلمان کو میں لعنت کردوں اور برا کہوں تو اس کے لئے اسے رحمت اور پاکی بنادے۔

یہاں سبَّ کے معنی گالی دینا نہیں کیونکہ آقائے دو جہاں صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی زبانِ مبارک پر کبھی گالی نہ آسکتی تھی بلکہ یہاں سبَّ ولعن کے معنی کسی کو برا بھلا کہنا مراد ہے۔

فائدہ: ان محاورات سے معلوم ہوا کہ سبّ بمعنٰے گالی گلوچ نہیں بلکہ کسی کی کمی اور اس کی غلطی کا اظہار وغیرہ مراد ہوتاہے یہاں یہ مراد نہیں۔

(۳) کبھی سبَّ یوں ہوتی کہ کسی شخص کی سبَّ کی جائے کہ اس کے نام کیبجائے اس کی وہ کنیت یا لقب بیان کیا جائے جو علم ولقب وصفت میں سے کم درجہ ہو چنانچہ ملاحظہ ہو۔

---

63) الاعراف: 155 — وہ نہیں مگر تیرا آزمانا۔

64) آل عمران: 54 — اور کافروں نے مکر کیا اور اللہ نے ان کے ہلاک کی خفیہ تدبیر فرمائی۔

65) (صحيح مسلم، كتاب البر والصلة والآداب، باب من لعنه النبي صلى الله عليه وسلم أو سبه أو دعا عليه، وليس هو أهلا لذلك، كان له زكاة وأجرا ورحمة، 4009/4، الحديث 95/2603، مطبعة عيسى البابي الحلبي وشركاه، القاهرة، عام النشر: 1374 هـ 1955 م)

بخاری شریف، مناقبِ علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ میں ہے: هَذَا فُلَانٌ، لِأَمِيرِ الْمَدِينَةِ، يَدْعُو عَلِيًّا عِنْدَ الْمِنْبَرِ، قَالَ: فَيَقُولُ: مَاذَا؟ قَالَ: يَقُولُ لَهُ: أَبُو تُرَابٍ، فَضَحِكَ. قَالَ: وَاللَّهِ مَا سَمَّاهُ إِلَّا النَّبِيُّ ﷺ، وَمَا كَانَ والله لَهُ اسْمٌ أَحَبَّ إِلَيْهِ مِنْهُ[66]

یعنی فلاں حضرت امیر معاویہ و حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو بر سرِ منبر بُرا کہتا ہے۔ پوچھا وہ کیا کہتا ہے، کہا وہ اُنہیں ابو تراب کہتا ہے۔ پس حضرت سہل رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہنسے اور فرمایا کہ واللہ اس نام سے تو نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اُن کو یاد فرمایا ہے اور حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے اُن کا اس سے زیادہ پیارا نام اور کوئی نہ تھا۔

طبری میں بھی بالاسناد انہی ابو حازم علیہ الرحمہ سے اسی مضمون کی روایت ہمارے بیان کردہ معنٰی کی تائید کرتی ہے۔

(۴)**مزید تائید**: قِيلَ لِسَهْلِ بْنِ سَعْدٍ: إِنَّ أَمِيرَ الْمَدِينَةِ يُرِيدُ أَنْ يَبْعَثَ إِلَيْكَ لِتَسُبَّ عَلِيًّا عِنْدَ الْمِنْبَرِ. قَالَ: كَيْفَ أَقُولُ؟ قَالَ: تَقُولُ أَبَا تُرَابٍ. فَقَالَ: وَاللَّهِ مَا سَمَّاهُ بِذَلِكَ إِلَّا رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ. قَالَ: قُلْتُ: وَكَيْفَ ذَلِكَ يَا أَبَا الْعَبَّاسِ؟ قَالَ: دَخَلَ عَلِيٌّ عَلَى فَاطِمَةَ، ثُمَّ خَرَجَ مِنْ عِنْدِهَا فَاضْطَجَعَ فِي صَحْنِ الْمَسْجِدِ، قَالَ: فَجَاءَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلَى فَاطِمَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهَا، فَقَالَ: أَيْنَ ابْنُ عَمِّكِ؟ قَالَتْ: هُوَ ذَاكَ مُضْطَجِعٌ فِي الْمَسْجِدِ، قَالَ: فَجَاءَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَوَجَدَهُ قَدْ سَقَطَ رِدَاؤُهُ عَنْ ظَهْرِهِ، وَخَلَصَ التُّرَابُ إِلَى ظَهْرِهِ، فَجَعَلَ يَمْسَحُ التُّرَابَ عَنْ ظَهْرِهِ، وَيَقُولُ: اجلس أبا تُرَابٍ، فو الله مَا سَمَّاهُ بِهِ إِلَّا رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، وَاللَّهِ مَا كَانَ اسْمٌ أَحَبُّ إِلَيْهِ مِنْهُ.[67]

یعنی حضرت سہل بن سعد رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے کہا گیا کہ امیرِ مدینہ آپ کے پاس ایک آدمی بھیجنا چاہتا ہے تاکہ آپ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو منبر کے قریب سبّ کہیں۔ انہوں نے فرمایا کیا کہوں؟ کہا، آپ کہیں "ابو تُراب"، پس حضرت سہل رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا بخدا اس نام سے تو نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے انہیں پکارا ہے۔ خدا کی قسم حضور کا اس سے پیارا نام اور کوئی نہ تھا۔

فائدہ: اَہلِ عرب سب کے لفظ کو یوں سبّ سمجھتے تھے جسے حضرت امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو اگر سبّ کیا ہے تو یہی کہ ان کی اعلیٰ کنیت سے ادنیٰ کو لے کر، ورنہ سبّ کے عوامی اور گالی کے مفہوم سے ان اصحابِ رسول کی زبان نہ آلودہ ہو سکتی ہے اور نہ ہوئی یہ صرف ان قُدُوسیوں (فرشتوں) کی ذاتِ پاک پر ایک ناپاک افتراء ہے۔ جس کی حقیقت افسانہ سے زیادہ کچھ بھی نہیں۔

---

66) (صحيح البخاري، كتاب فضائل الصحابة، باب: مناقب علي بن أبي طالب القرشي الهاشمي، أبي الحسن رضي الله عنه.1358/3، الحديث 3500، (دار ابن كثير، دار اليمامة)—دمشق، الطبعة: الخامسة، 1414 هـ 1993 م)

67) (الاستيعاب في معرفة الأصحاب، باب على: على بن أبي طالب رضى الله عنه بن عبد المطلب بن هاشم بن عبد مناف ابن قصى القرشي الهاشمي، .1118/3، دار الجيل، بيروت—لبنان، الطبعة: الأولى، 1412 هـ 1992 م)

(۵) حضرت سہل بن سعد کو سیدنا علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو گالی دینے کے متعلق نہ کہا بلکہ وجہ پوچھی کہ تم حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی کوئی غلطی یا خطا بیان کیوں نہیں کرتے اور منشا یہ تھا کہ حضرت سہل بن سعد رضی اللہ تعالیٰ عنہ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے فضائل بیان کریں۔اور حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو بُرا کہنے والے لوگ سنیں اور آئندہ اس برا کہنے سے باز رہیں۔اس لئے حضرت سہل بن سعد رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے جب حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے فضائل بیان کئے تو امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ خاموش رہے اگر برا کہنا مقصود ہوتا تو جب حضرت سہل بن سعد رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے بیزاری ظاہر فرمائی تو خود کوئی نہ کوئی باتیں بنا کر حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی تنقیص کر ڈالتے یا کم از کم حضرت سعد رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی بیان کردہ فضیلتوں سے اظہارِ نفرت فرماتے۔

(۶) پہلے بارہا عرض کیا جاچکا ہے کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے ساتھ نیک گمان کرنا چاہیے۔اور اس قسم کی روایات میں تاویل کرنا چاہیے اگر آیات و احادیث کے ظاہری معنی ہر جگہ کئے جائیں تو ہزارہا اعتراضات خود اللہ عزوجل پر اور تمام پیغمبروں پر ایسے وارد ہوتے ہیں کہ مسلمانوں کے ایمان برباد ہو جائیں گے، مثلاً ہندؤں اور دہریوں نے اللہ عزوجل پر اعتراضات اُٹھائے اور وہ بھی قرآنی آیات کو لے کر (دیکھو ستیارتھ پرکاش) ایسے ہی وہابیوں، دیوبندیوں اور نجدیوں نے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اور شیعوں نے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم پر وہ بھی صرف اپنی بدگمانیوں اور کم علمی کی وجہ سے، ورنہ بے عیب لوگوں میں عیب نکالنا اپنا نقصان کرنا ہے۔

(۷) یہ حدیث تو مُجمَل (مختصر) ہے اگر صریح الفاظ بھی ہوں تب بھی علمائے اہلسنّت کا فیصلہ ہے کہ ایسے پاکباز صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی مراد کچھ اور ہوگی۔

جیسا کہ شارح مسلم حضرت علامہ امام محی الدین نووی قدس سرہٗ شرح مسلم میں اسی حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

قَالَ الْعُلَمَاءُ الْأَحَادِيثُ الْوَارِدَةُ الَّتِي فِي ظَاهِرِهَا دَخَلٌ عَلَى صَحَابِيٍّ يَجِبُ تَأْوِيلُهَا قَالُوْا وَلَا يَقَعُ فِي رِوَايَاتِ الثِّقَاتِ إِلَّا مَا يُمْكِنُ تَأْوِيْلُهُ.[68]

یعنی علماء کا قول ہے کہ جن احادیث میں بظاہر کسی صحابی پر حرف آتا ہو اس کی تاویل واجب ہے۔اور علماء کہتے ہیں کہ صحیح روایات میں کوئی ایسی بات نہیں ہے جس کی تاویل نہ ہو سکے۔

ہم اہلسنّت تو اپنے ائمہ کی تلقین کے مطابق تاویل کے قائل ہیں اور چند تاویلات فقیر نے اوپر عرض کر دی ہیں، اگر شیعہ نہیں مانتے تو ہمارا ان سے کیا واسطہ، ہمارے مَعْرُوضات (بیانات) تو اپنے اہلسنّت کے لئے ہیں۔

[68] (شرح النووي على مسلم، كتاب فضائل الصحابة رضي الله عنهم، الباب من فضائل علي بن ابي طالب رضي الله عنه، 175/15، دار إحياء التراث العربي – بيروت، الطبعة: الثانية، 1392هـ)

جواب نمبر ۸: حضرت امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ اس غلط رویہ کو کیسے اختیار کر سکتے ہیں جب کہ انہوں نے عین لڑائی کے دوران بھی مخالفین (عیسائی) کو سختی سے دبا دیا، جب اس نے حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے متعلق کچھ خلاف اطلاع بھجوائی اور پھر حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے پیار و محبت اور بہتر تعلقات بتاتے ہیں کہ یہ حدیث مؤول[69] ہے ورنہ وہ مضامین جو ہم ان کے باہم محبت اور پیار کے متعلق لکھ چکے ہیں کیا جواب ہو گا۔

جواب نمبر ۹: بعض اہلِ علم نے روایتِ مذکورہ کے راویوں پر بھی بحث کر کے حدیث شریف کو غلط ثابت کرنے کی کوشش کی ہے اگر یہ روایت غیر صحیح ہو تو بھی استدلال غلط ہے۔

سوال نمبر ۵: مسندِ امام احمد، جلد ا، صفحہ ۸۷ تا ۸۹ میں بعض روایات بیان ہوئی ہیں کہ حضرت مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ جو حضرت امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے دست و بازو وزیر مشیر اور گورنر تھے کوفہ میں حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ پر سبَّ و شتم کرتے کراتے۔

جواب: اوّل تو ان روایات میں تعارض ہے پھر ان کے راوی عموماً کمزور ہیں، بعض سُوء حفظ (حفظ کی خرابی) میں مبتلا ہیں بعض میں تشَیُّع (اپنے آپ کو شیعہ ظاہر کرنا) تھا۔ ایک طریق میں علی بن عاصم سے ملا انہوں نے کئی چیزیں کئی حدیثیں خالد الحذّاء سے روایت کی ہیں ''فأتيت خالدا فسألت عنها. فأنكرها كلها''[70] یعنی میں خالد کے پاس گیا اور اس سے ان روایات کے متعلق دریافت کیا تو اس نے ان سب کا انکار کر دیا۔

الفلاس علیہ الرحمہ: فيه ضعف یعنی اس میں ضعف ہے۔

یزید بن ہارون علیہ الرحمہ: ما زلنا نعرفه بالكذب یعنی ہم ہمیشہ اسے کذّاب ہی جانتے ہیں۔

ابن معین: ليس بشيء یعنی وہ کچھ بھی نہیں۔

نسائی: متروك الحديث یعنی اس کی حدیث ترک کر دی گئی۔

امام بخاری: ليس بالقوى[71] یعنی قوی نہیں۔ (ميزان الاعتدال، جلد ۲، صفحہ ۴۹۴)

حافظ ابنِ حجر عسقلانی: صدوق يخطىء ويصر ورمي بالتشيع[72] (تقريب، صفحہ ۲۴۷)

---

69) حدیث مؤول وہ حدیث ہے جس کا ظاہر معنی کچھ اور ہوتا ہے، لیکن اس کے اصل اور حقیقی معنی کو کسی قرینہ، دلیل یا اصول کی بنیاد پر تبدیل کر کے ایک مختلف معنی مراد لیا جاتا ہے۔

70) (المجروحين من المحدثين لابن حبان، باب العين، علي بن عاصم مولى قريبة بنت محمد بن أبي بكر، 2/89، الحديث688، دار الصميعي للنشر والتوزيع، الرياض المملكة العربية السعودية، الطبعة: الأولى، 1420 هـ 2000 م)

71) یہاں تک کی تمام عبارات میزان الاعتدال میں موجود ہیں۔

(ميزان الاعتدال في نقد الرجال، حرف العين، على بن عاصم [د، ق، ت] بن صهيب، أبو الحسن الواسطي، مولى آل أبي بكر الصديق، 3/136، دار المعرفة للطباعة والنشر، بيروت – لبنان، الطبعة: الأولى، 1382 هـ 1963 م)

72) (تقريب التهذيب للعسقلاني، حرف العين، ذكر من اسمه علي وكل من لم أذكر له كنية فكنيته أبو الحسن، ص403، دار الرشيد – سوريا، الطبعة: الأولى، 1406هـ 1986م)

حضرت امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی ذات پاک پر حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو سبّ و شتم کرنے کرانے کا جو الزام عائد کیا جاتا تھا وہ محض ایک افتراء سقیم، بہتان عظیم اور افک مبین ہے جس کی کوئی اصل واساس نہیں ہے یہ ایک افسانہ ہے جسے حقیقت سے دور کا واسطہ بھی نہیں ہے۔ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا دامن پاک ہے۔

سوال نمبر ۶: امیر معاویہ کے زمانے میں بدعات ظاہر ہوئیں چنانچہ شرح وقایہ میں ہے کہ قسم کا مدعی پر رَدّ کرنا بدعت ہے اور سب سے پہلے اس کے مطابق فیصلہ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کیا اور سیوطی کہتے ہیں کہ انہوں نے سب سے پہلے خَصّی لوگوں کو خادم بنایا اور سب سے پہلے اپنے بیٹے کو ولی عہد بنایا۔

جواب نمبر ۱: وہ حضرت ابنِ عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی شہادت کے مطابق مجتہد تھے اور خطاء وصواب کو اللہ تعالیٰ ہی بہتر جانتا ہے اس لئے آپ کے اوپر کوئی اعتراض نہیں اور انہوں نے اپنے بیٹے کو اہل بیت سے حسنِ سلوک کی وصیّت کی تھی مگر اس نے پوری نہیں کی اور اگر حضرت حسن بن علی رضی اللہ تعالیٰ عنہم حیات ہوتے تو معاہدے کے مطابق خلافت ان کے سپرد کر دیتے جیسا کہ صلح نامہ میں طے ہوا تھا۔ تفصیل کے لئے دیکھئے فقیر کی کتاب ''طلوع النیرین فی صلح الامیرین''۔

جواب نمبر ۲: حضور نبی پاک صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا ہر صحابی مستقل مجتہد ہے ان کے اجتہادی مسائل کو بدعت نہیں کہا جا سکتا اور نہ ہی ان کی مذمت کی جائے گی، ہاں اجتہاد مبنی بر خطا ہے تو اس پر عمل نہ ہوگا۔ مذکورہ بالا اعتراض اگر صحیح مان لیا جائے تو حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا کوئی صحابی بھی اس اعتراض سے نہ بچ سکے گا۔ حالانکہ اہلسنّت کا متفقہ فیصلہ ہے کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا ہر صحابی عادل ہے۔ علامہ علی قاری فرماتے ہیں:

'' والصحابة كلهم عدول، فلا يضر الجهل بأعيانهم ''[73] (شرح نخبۃ الفکر، صفحہ ۱۵۳)

یعنی صحابہ تمام عادل ہیں ان میں سے کسی کے نام کا نہ ہونا نقصان نہیں دیتا۔

مولوی ظفر علی عثمانی دیوبندی نے لکھا ہے کہ:

'' جهالة الصحاني لا تضر صحة الحديث، فإنهم كلهم عدول ''[74] (قواعد علوم الحدیث، صفحہ ۲۰۲)

یعنی صحابی کے نام کا نہ جاننا صحتِ حدیث کے لئے نقصان دہ نہیں کیونکہ وہ تمام عادل ہیں۔

اور مولوی خلیل احمد سہارنپوری دیوبندی نے نقل کیا ہے:

---

73) (شرح نخبة الفكر للقاري، مجهول العين، ص515، دار الأرقم لبنان/ بيروت، الطبعة: بدون، بدون)

74) (قواعد في علوم الحديث لظفر احمد عثماني، بيان الجهالة الضارة والجهالة غير الضارة في الراوي، ص202، مكتب الطبوعات الإسلامية بيروت، الطبعة الثالثة: 1392ھ1972م)

''قلت قد اجمعت الامة ان الصحابة كلهم عدول فلا يضر الجهل بأعيا نهم ''[75] (بذل المجهور، جلد١١، صفحه٢٢٢)

یعنی میں کہتا ہوں کہ تمام امت کا اجماع ہے کہ تمام صحابہ عادل ہیں تو ان کے نام کی جہالت مُضِر (غیر مفید) نہیں۔

یہی قاعدہ مندرجہ ذیل علماء اور محدثین نے بھی تحریر فرمایا ہے امام سیوطی، تدریب الراوی، ص٢/٢١٤۔ امام سخاوی، فتح الغیث، ص٣/١٠٨۔ امام احمدی، الاحکام، ص٢/١٢٨۔ امام اثرم عن الامام احمد تدریب الراوی، ص١/١٩٧۔ امام بخاری عن الحمیدی، تدریب، ص١/١٩٧۔ علامہ ابن حجر عسقلانی، فتح الباری، ص١/٣٠٠۔ علامہ قسطلانی، ارشاد الساری، ص٣/٣١٣۔ نواب صدیق الحسن بھوپالی، المحصول الماحول، ص٢٣۔ امام باجی مالکی، الاحکام فی فصول الاحکام، ص٣٠٣۔ ابنِ تیمیہ مسودہ، ص٢٩٣، ٣٢٣، امام غزالی علامہ المستصفی، ص١/١٦٤۔ علامہ تاج الدین سبکی، جمع الجوامع، ص٢/١٦٧۔ علامہ امیر بادشاہ حنفی وامام ابن الھمام، تیسر التحریر، ص٣/٦٤۔

نوٹ: روایتِ حدیث ایک اہم معاملہ ہے اس میں بھی علماء نے ہر صحابی کی روایت قبول کی ہے خواہ مَعلُومُ الاِسم (جس کا نام معلوم ہو) ہو یا مَجھُولُ الاِسم (جس کا نام نہ معلوم ہو)، کیونکہ ہر صحابی رضی اللہ تعالیٰ عنہ عادل و ثقہ ہے۔

سوال نمبر٧: امیر معاویہ نے حضرت حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو زہر دلایا تھا۔

جواب نمبر١: یہ بہتانِ عظیم ہے اور مؤرخین کی خرافات ہیں جن پر رَتی بھر بھی اعتبار نہیں کیا جاسکتا۔ کیونکہ دور سابق میں تاریخ یوں مرتب ہوتی جیسے دور حاضرہ میں اخبارات بلکہ ان سے تاریخ کا زبوں تر حال تھا کیونکہ ہر دورِ خلافت میں اپنی باتیں لکھوائی گئیں طرفہ یہ کہ بناوٹی راوی بھی بیان کر دیئے گئے۔

جواب نمبر٢: زہر خورانی کے متعلق حدیث شریف کی کسی معتبر کتاب میں حضرت امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا ذکر تو کیا اشارہ تک نہیں ملتا۔ صحیح بخاری میں نہ مسلم شریف میں نہ سنن ابوداؤد، ترمذی، نسائی اور ابنِ ماجہ میں موطاء امام مالک میں اور موطاء امام محمد میں نہ مسند امام اعظم اور نہ ہی مسند امام احمد میں دارمی، بیہقی اور دار قطنی اور طبرانی میں نہ مستدرک حاکم اور ابنِ عساکر میں، ہمارا چیلنج ہے کہ حدیث کی کسی معتبر کتاب میں اس لغو روایت اور بے بنیاد الزام وافتراء کا نام ونشان ہی نہیں ملتا۔ حدیث کے دفترِ بے پایاں میں صحیح اور حسن تو بجائے خود کوئی ضعیف روایت بھی ایسی موجود نہیں جس میں حضرت امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے متعلق اس بہتانِ شدید اور افک مبین کا اشارہ تک ہو حدیث کا دل آویز وروح آفرین حسین چہرہ اس قسم کے بدنما داغ اور دھبے سے بالکل پاک وصاف ہے۔ اس الزام کی لغویت کے لئے اتنی حقیقت کافی ہے کہ کسی طبقہ کے کسی محدث نے بھی اس روایت پر اعتماد کر کے اسے اس قابل نہیں سمجھا کہ اپنی کتاب میں جگہ دے۔ اس حقیقت کے بعد کسی اور بحث کی کوئی ضرورت نہیں۔ تاہم اتمام حجت کے طور پر ہم مزید عرض کرتے ہیں۔

تاریخ: حدیث کے بعد اب ہم تاریخ کی طرف نظر کرتے ہیں۔ گو تاریخ میں ہر قسم کا مواد موجود ہے عموماً مورخین تاریخ و تنقید کی زحمت گوارہ نہیں کرتے وہ رطب و یابس جمع کر دیتے ہیں علامہ ابنِ جریر جیسا مؤرخ بھی اپنی تاریخ میں صحیح اور غلط ہر قسم کی روایات جمع کر دیتا ہے مگر اس میں بھی اس الزام کا نام ونشان

[75]) (بذل المجہور شرح ابو داؤد لخلیل احمد سہارنپوری انبھٹوی)

تک نہیں ملتا۔ اہلسنّت مؤرخین نے اس کو نقل کرنے کے بجائے اس واقعہ کی تردید کی ہے لیکن بحمدہٖ تعالیٰ اہلِ تشیع کے مؤرخین بھی اس معاملہ میں ہمارے ساتھ ہیں چند حوالہ جات ملاحظہ ہوں۔

تواریخِ شیعہ: (۱) قدیم شیعی مؤرخ علامہ احمد بن ابی حنیفہ دینوری (المتوفی ۲۸۱ھ) نے اپنی مشہور کتاب اخبار الطوال میں حضرت حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی وفات کے حالات تفصیل سے لکھے ہیں مگر نہ صرف اس افسانہ کی طرف اشارہ نہیں کرتے بلکہ وہ تو سرے سے زہر دینے کے واقعہ تک کا انکار کرتے ہیں لکھتے ہیں کہ صفحہ ۲۳۵، ۲۳۴ " ثم ان الحسن رضی الله عنه اشتکی بالمدینة، فثقل "[76] یعنی پھر حضرت حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ مدینہ طیبہ میں بیمار ہوئے اور بیماری بڑھ گئی۔

فائدہ: بیمار ہونا اور بیماری کا بڑھ جانا اسی طرف اشارہ کرتا ہے کہ زہر دیا تک نہیں گیا یہ شیعہ مؤرخ سرے سے زہر دینے دلانے کا قائل تک نظر نہیں آتا ورنہ ان الحسن اشتکی کی بجائے سم الحسن کا ذکر کرتا۔

(۲) دوسرا مشہور اور مستند شیعہ مؤرخ یعقوبی ہے وہ اپنی تاریخ میں حضرت حسن رضی اللہ عنہ کی وفات کا ذکر کرتا ہے اس میں زہر کا ذکر ہے لیکن حضرت امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ بجائے خود تو کسی بھی زہر دینے والے کا نام تک نہیں۔ حضرت حسن نے حضرت حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہم سے فرمایا:

یا أخي إن هذه آخر ثلاث مرار سقيت فيها السم، ولم أسقه مثل مرتي هذه[77] (تاریخ الیعقوبی)

یعنی برادرِ عزیز! میں نے تین مرتبہ زہر پیا ہے جس میں سے یہ آخری دفعہ ہے اور میں نے اس دفعہ کی طرح کبھی نہیں پیا۔ (علی ابن الحسین المسعودی) المتوفی ۳۴۶ھ:

(۳) علی بن الحسین المسعودی (المتوفی ۳۴۶ھ) شیعہ مذہب کے شیوخ و کبار میں سے ایک ہیں۔

على بن الحسين المسعودی يعده الشيعة من شيوخهم وكبارهم[78]

یعنی مسعودی کو شیعہ اپنے شیوخ و کبار میں شمار کرتے ہیں۔ وہ مؤرخین میں بہت بلند مقام رکھتے ہیں۔

ازالہ وھم: "مروج الذھب" بڑی مشہور و معروف کتاب ہے اس میں حضرت حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی وفات کے سلسلہ میں زہر دینے کا واقعہ مذکور ہے۔ اور اس سلسلہ میں حضرت امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا ذکر بھی آیا ہے مگر جس افسانوی انداز میں آیا ہے وہ ملاحظہ فرمائیں۔ وہ حضرت بن الحسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ (زین العابدین) کہتے ہیں کہ جب میرے چچا حضرت حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو زہر پلایا گیا حضرت حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ ان کے پاس گئے تو حضرت حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ قضائے حاجت کے لئے گئے ہوئے تھے جب لوٹ کر آئے تو فرمایا مجھے کئی دفعہ زہر پلایا گیا ہے لیکن ایسا میں نے کبھی نہیں پیا (اس دفعہ تو)

---

[76]) (الأخبار الطوال لأبي حنيفة الدينوري، مبايعه معاويه بالخلافة موت الحسن بن علی، ص221، وزارة الثقافة والإرشاد القومي – مصر، الطبعة: الأولى، 1960م)

[77]) (الأخبار الطوال لأبي حنيفة الدينوري، مبايعه معاويه بالخلافة موت الحسن بن علی، 225/2، ناشر: مؤسسة ونشر فرهنگ أهل بيت، قم خيابان حجت صندوق پستی 11 تلفن 27348 دار صادر بيروت)

[78]) (العواصم من القواصم، تحذير المسلمين من اهو المفسرين والمورخين واهل الكتاب، 209/1، موقع الإسلام)

میرا جگر ٹکڑے ٹکڑے ہو کر باہر آگیا۔ آپ نے دیکھا کہ میں انہیں اپنے ہاتھ میں لکڑی لے کر اُلٹ پُلٹ کر رہا تھا۔ حضرت حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے دریافت فرمایا برادرِ بزرگ آپ کو زہر کس نے پلایا ہے؟ فرمایا، اس سے آپ کا کیا مقصد ہے اگر وہی ہے جس کے متعلق میرا گمان ہے تو اللہ اسے کافی ہے اور اگر وہ کوئی اور ہے تو یہ میں پسند نہیں کرتا کہ میری وجہ سے کوئی بے گناہ پکڑا جائے اس کے بعد آپ تین دن سے زیادہ زندہ نہ رہے تین دن کے بعد وفات پاگئے۔[79]

فائدہ: جب امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو ہی علم نہیں تو ان لوگوں کو کہاں سے علم ہو گیا؟

سوال نمبر ۸: وذكر أن امرأته جَعْدَة بنت الأشعث بن قيس الكندي سقته السم ، وقد كان معاوية دس إليها۔[80]

یعنی اور ذکر کیا جاتا ہے کہ ان کی بیوی جعدہ بنت اشعث بن قیس کندی نے آپ کو زہر پلایا تھا اور معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اسے اس کا اشارہ کیا تھا۔

جواب: مسعودی جیسے متعصب مؤرخ کو بھی کوئی مستند روایت اس افسانہ کے متعلق نہ مل سکی اس نے بھی حضرت امام زین العابدین رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے جو روایت نقل کی ہے، اس میں حضرت امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا تو کیا کسی زہر دینے والے کا بھی نام موجود نہیں ہے۔ البتہ جو ٹکڑا اس غالی مؤرخ نے اپنی طرف سے شامل کیا ہے۔ اس میں جعدہ بنت اشعث کے باشارہ حضرت امیر معاویہ کے زہر دینے کا ذکر ضرور ہے۔ مگر وہ بھی ذُکر کے لفظ سے اس غالی اور متعصب مؤرخ کو بھی یہ جرأت نہ ہوئی کہ وہ کسی مضبوط اور محکم انداز میں یہ "افسانہ طرازی" کرتا اس نے اپنے جذبات کی تسکین کے لئے حضرت امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ پر تہمت تراشی کی کوشش تو ضرور کی مگر ذُکِرَ کے لفظ سے جو اس حقیقت کی غمّازی (چغل خوری) کرتا ہے کہ یہ الزام نہایت بودا (احمقانہ) ہے۔

دعوتِ غور وفکر: روایت کے اعتبار سے بحث مکمل ہو گئی اب عقل سے کام لے کر اس افسانہ پر غور کیجئے۔

(۱) جگر کے ٹکڑوں کا معدہ میں داخل ہو کر قضائے حاجت کے وقت خارج ہونا اگر تسلیم کر لیا جائے تو سیدنا حضرت حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ ایسے نظیف الطبع انسان کا ان ٹکڑوں کو اُلٹ پُلٹ کر دیکھنا بھی تسلیم کر لیا جائے گا تو بظاہر یہ بات بہت ہی بَعید (غیر متوقع، محال) ہے۔

(۲) حضرت حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے دریافت کرنے پر سیدنا حضرت حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو زہر دینے والے کا نام بتانے سے صاف انکار کر دینا مگر یار لوگوں کو اس کا پتہ چل جانا اک تماشہ ہے۔ جس کی کوئی حقیقت نہیں۔

(۳) حضرت حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے اس بیان سے یہ حقیقت بھی مُبَرہَن (واضح) اور بے نقاب ہو گئی کہ خود حضرت حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو بھی زہر دینے والے کا کوئی قطعی علم ویقین نہیں صرف وہم وگمان ہے ظَنْ و تَخْمِيْن (وہم وقیاس) ہے جیسا کہ أُظنّهٗ کے لفظ سے ظاہر ہے اور یہ عرض کرنے کی ضرورت نہیں ہے کہ ظن اور گمان پر شرعاً کوئی حکم نہیں لگایا جا سکتا۔

---

[79] (مروج الذهب ومعادن الجوه، ذكر نسبه ولمع من أخباره وسيره رضي الله عنه، ذكر الذى سمّه، 475/2، دار الكتب العلمية بيروت، 2012م)

[80] (مروج الذهب ومعادن الجوه، ذكر نسبه ولمع من أخباره وسيره رضي الله عنه، ذكر الذى سمّه، 476/2، دار الكتب العلمية بيروت، 2012م)

(۴) اگر سیدنا حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ارشاد پر غور و فکر کیا جائے تو معلوم ہوتا ہے کہ زہر دینے دلانے میں حضرت امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا قطعاً کوئی دخل نہیں، اگر زہر دیا گیا اور دلایا گیا تو اور کوئی زہر دینے دلانے والا ہو سکتا ہے۔ مگر حضرت امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نہیں ہو سکتے کیونکہ حضرت حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ اپنے بھائی کے استفسار پر فرما رہے ہیں کہ: فإن كان الذي أظنه فالله حسيبه، وإن كان غيره فما أحب أن يؤخذ بي بريء. [81]

یعنی اگر وہی ہے جس کے متعلق میرا گمان ہے تو اللہ اسے کافی ہے اور اگر وہ کوئی اور ہے تو میں پسند نہیں کرتا کہ میری وجہ سے کوئی بے گناہ مارا جائے۔

اس ارشاد سے واضح ہے کہ جس شخص کے متعلق حضرت حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا گمان ہے وہ اور چاہے جو ہو حضرت امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نہیں ہو سکتے کیونکہ انہیں کوئی نہیں پکڑ سکتا۔ اخذ و مواخذہ کا سوال ان کے متعلق پیدا ہی نہیں ہوتا کیونکہ وہ تو ملک کے حاکم اعلیٰ اور خلیفہ ہیں، مسندِ اقتدار پر مُتَمَکِّن (فائز) ہیں انہیں یا ان کے کسی کام پر مقرر کردہ شخص کو کون پکڑ سکتا ہے؟ حضرت حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے بیان سے یہ حقیقت کھل گئی کہ ان کے گمان میں (نہ کہ صحیح علم میں) جو شخص زہر دینے والا تھا وہ کوئی معمولی آدمی تھا جسے پکڑا اور قانون کے شکنجے میں جکڑا جا سکتا تھا۔ جبھی تو آپ فرماتے ہیں کہ یہ مجھے پسند نہیں کہ میری وجہ سے کوئی ناکردہ گناہ پکڑا جائے بہر حال اس افسانوی روایت کا عقلی حیثیت سے جب تَجْزِیَہ کیا گیا تو معلوم ہوا کہ:

(۱) خود حضرت حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو زہر دینے والے کا کوئی علم نہیں ہے یقینی طور پر کسی کا نام نہیں لیتے۔

(۲) کسی کے متعلق ان کا صرف گُمان ہے مگر نام بتانے سے آپ نے قطعی طور پر انکار فرمادیا۔

(۳) اور کوئی ذریعہ ایسا نہیں جس سے زہر دینے والے کا پتہ چل سکے۔ گویا حضرت حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی وفات کے ساتھ اس ظن و گمان کا بھی خاتمہ ہو گیا جو کسی کے متعلق ہو سکتا تھا اب کسی کے متعلق علم اور یقین تو کُجا (کہاں) وہم گمان بھی نہیں ہو سکتا۔ مگر تعصّب اور بغض وعداوت (عن للصحابه) کا مظاہر ہو کر "مروج الذہب" کا شہرہ آفاق مؤلف جعدہ بنت الاشعث کو زہر دینے کا مرتکب ٹھہراتا ہے مگر ذُکر کے لفظ سے اور حضرت امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ پر زہر دلوانا الزام تراشی اور بہتان ہے جسے شیعہ مؤرخین نے بھی تسلیم نہیں کیا اب سنّی مؤرخین کے حوالے ملاحظہ ہوں۔

طبقاتِ ابنِ سعد: محمد ابنِ سعد (المتوفی ۲۳۰ھ) مشہور محدث ہیں۔ شبلی نعمانی نے "سیرۃ النبی، حصّہ اوّل" مقدمہ میں لکھا ہے کہ:

> ابنِ سعد نے آنحضرت ﷺ اور صحابہ رضی اللہ عنہم کے حالات میں ایسی جامع اور مفصل کتاب لکھی کہ آج تک اس کا جواب نہ ہو سکا۔ [82]

"اصح السیر"، صفحہ ۱۴ میں ہے: "واقدی متروک ہیں۔" [83]

[81] (مروج الذهب ومعادن الجوهر. ذكر نسبه ولمع من أخباره وسيره رضي الله عنه. ذكر الذى سمّه. 476/2. دار الكتب العلمية بيروت، 2012م)

[82] (سیرت النبی از ابن سعد، مقدمہ، ابن سعد اور سیرت، 476/1، مکتبہ اسلامیہ لاہور، 2012ء)

[83] (مستطاب اصح السیر فی ھدی خیر البشر صلی اللہ علیہ وسلم از مولانا ابوالبرکات عبدالرؤف قادری داناپوری، ص14، مجلس نشریاتِ اسلام، ناظم آباد کراچی، 1989ء)

مگران کے ایک شاگرد محمد بن سعد علیہ الرحمہ ہیں ان کی مشہور اور بہت مقبول کتاب "طبقات ابنِ سعد" ہے، صحابہ کے حالات میں اس سے پہلے اتنی بڑی کوئی کتاب نہیں لکھی گئی۔ اس قدیم ترین اور مستند ترین کتاب میں ابنِ سعد رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے بھی اس سلسلہ میں ایک روایت لکھی ہے ملاحظہ ہو۔ حافظ ابنِ حجر عسقلانی رحمۃاللہ علیہ نقل فرماتے ہیں:

قال ابنِ سعد اخبر نا اسمٰعیل بن ابراھیم اخبرنا ابن عون، عن عمیر بن إسحاق قال: عدنا الحسن بن علی قبل موته، فقام وخرج من الخلاء فقال: إني والله قد لفظت طائفة من كبدى قلبتها بعود، وإني قد سقيت السم مراراً فلم أسق مثل ہذا قط، فحرض به الحسين أن يخبره من سقاه، فلم يخبره [84]

یعنی ابن سعد نے کہا کہ ہمیں اسمٰعیل بن ابراہیم نے خبر دی انہیں ابن عوف نے بتلایا کہ عمیر بن اسحاق سے روایت ہے وہ کہتے ہیں کہ میں اور میرے ایک دوست حضرت حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی خدمت میں حاضر ہوئے، فرمایا میرے جگر کے ٹکڑے گر چکے ہیں اور میں نے کئی دفعہ زہر پیا ہے لیکن اس دفعہ جیسا زہر میں نے کبھی نہیں پیا۔ اس کے بعد حضرت حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ ان کے پاس آئے اور پوچھا آپ کو زہر کس نے پلایا؟ پس آپ نے انہیں بتانے سے صاف انکار کر دیا (رحمہم اللہ تعالیٰ)۔

استیعاب: اصحابِ رسول کے حالات میں علامہ ابو عمر ابن عبدالبر رحمہ اللہ (المتوفی ۴۶۳ھ) کی تالیف استیعاب مستند ترین کتاب ہے اس میں بھی اس واقعہ سے متعلق انہی عمیر بن اسحاق سے بالاسناد ایک روایت ہے۔

قال كنا عند الحسن بن على فدخل المخرج ثم خرج فقال لقد سقيت السم مرارا وما سقيته مثل ہذه المرة لقد لفظت طائفة من كبدى فرأيتني أقلبها بعود معى فقال له الحسن يا أخي من سقاك قال وما تريد إليه أتريد أن تقتله قال نعم قال لئن كان الذى أظن فالله أشد نقمة ولئن كان غيره ما أحب أن تقتل بي بريئا [85]

روایت اور ابن سعد کی روایت ایک ہی ہے مگر دونوں میں فرق ہے۔

(ا) ابنِ سعد کی روایت میں عمیر بن اسحاق وغیرہ کے سامنے حضرت حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے بیت الخلاء جانے کا ذکر نہیں ہے، مگر استیعاب کی روایت میں ہے۔

(۲) لکڑی کے ساتھ جگر کے ٹکڑوں کو الٹ پلٹ کرنے کا حکم بھی ابنِ سعد کی روایت میں نہیں ہے۔

---

84) (تهذيب التهذيب للعسقلاني، حرف الحاء: الحسن بن علي بن أبي طالب الهاشمي سبط رسول الله ﷺ، وريحانته من الدنيا، وأحد سيدي شباب أهل الجنة، 562/1، دار المعرفة –بيروت، الطبعة: الأولى، 1417 هـ 1996 م)

85) (الاستيعاب في معرفة الأصحاب، قاضى، 390/1، دار الجيل بيروت)

(۳) حضرت حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے سوال کرنے پر ابنِ سعد کی روایت میں فاِنّی کا لفظ ہے اور استیعاب کی روایت میں ہے کہ فرمایا ''اور آپ کیا چاہتے ہیں کیا آپ چاہتے ہیں کہ اسے قتل کر دیں۔''

حضرت حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا، ہاں۔ فرمایا ''اگر وہی ہے جس کے متعلق میرا خیال ہے تو اللہ عزوجل بہتر بدلہ لینے والا ہے اور اگر میرا گمان غلط ہے تو کوئی اور ہے تو میں یہ پسند نہیں کرتا کہ میری وجہ سے کوئی ناکردہ گناہ قتل کیا جائے۔''

ذکرِ حسین میں استیعاب میں ابنِ ابی خثیمہ وغیرہ سے ایک اور روایت نقل کی گئی ہے۔

ذكر أبو زيد عمر بن شبة وأبو بكر بن أبي خيثمة قالا حدثنا موسى ابن إسماعيل قال حدثنا أبو هلال

عن قتادة قال دخل الحسين على الحسن فقال يا أخي إني سقيت السم ثلاث مرار لم أسق مثل ہذه المرة إني لأضع كبدی

فقال الحسين من سقاک يا أخي قال ما سؤالک عن هذا أتريد أن تقاتلهم أكلهم إلى الله[86]

یعنی اس میں اور پہلی روایت میں فرق ہے، خاص طور پر روایت کے آخری حصّہ میں! پہلی روایت میں تھا أتريد أن تقتله (کیا تو چاہتا ہے کہ اسے قتل کردے) اور اس روایت میں ہے: أتريد أن تقتلهم (کیا تو چاہتا ہے کہ اس سے لڑے) پھر پہلی روایت میں حضرت حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے شبہہ اور گمان کا ذکر ہے۔ اور اس میں ہے أكلهم إلى الله یعنی، میں انہیں اللہ کے حوالے کرتا ہوں۔

نتیجہ: اس تفصیل سے یہ حقیقت واضح ہوگئی کہ واقعہ ایک ہے مگر اس کے متعلق تینوں روایات میں اختلاف واضطراب ہے۔ کوئی ایک روایت بھی تو دوسری سے نہیں ملتی، ہر روایت دوسری روایت سے مختلف ہے۔ کیا اس اختلاف واضطراب کے بعد بھی ان روایات پر اعتماد کیا جا سکتا ہے بالخصوص ان کے راوی بھی قابلِ اعتماد نہیں۔

سوال نمبر ۹: علامہ تفتازانی نے شرح تلخیص میں لکھا ہے کہ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیمار تھے حضرت حسن بن علی رضی اللہ تعالیٰ عنہم ان کی عیادت (طبع پُرسی) کے لئے تشریف لائے بیٹھے تو آپ کے سامنے امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے یہ اشعار پڑھے۔

(۱) بدخواہوں کے سامنے میرا اظہارِ بہادری اس لئے ہے کہ میں زمانہ کے حوادث کے آگے جھکنے والا نہیں ہوں۔

(۲) جب موت اپنے پنجے گاڑ دیتی ہے تو تم تعویذ کو کار گر نہ پاؤ گے۔

---

[86] (الاستيعاب في معرفة الأصحاب. قاضی. 389/1. دار الجيل بيروت)

جواب نمبر ۱: یہ روایت صحیح نہیں اگر ہو تو اس میں کہاں لکھا ہے کہ اس سے مراد حضرت حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہیں۔ بلکہ قرائن بتاتے ہیں اس سے حضرت امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے حاسدین مراد ہیں۔ اور امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے امام حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو اپنا خیر خواہ سمجھ کر یہ اشعار سنائے، اس لئے امام حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ تو ان سے صلح کر چکے تھے۔

جواب نمبر ۲: بدگمانی سے کام لینا گناہ ہے۔ اللہ عزوجل نے فرمایا: ''اِنَّ بَعْضَ الظَّنِّ اِثْمٌ'' (پارہ ۲۶، سورۃ الحجرات، آیت ۱۲) (**ترجمہ:** بے شک بعض گمان سے کام لینا گناہ ہے۔) اور یہ بدگمانی دِرایۃً (عقلی طور پر) بھی غلط ہے اس لئے کہ سیدنا حسن بن علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے سیدنا امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو بغض و عداوت تھی تو پھر طبع پُرسی (طبیعت کا حال پوچھنے) کے لئے کیوں آئے نیز ممکن ہے کہ یہ اشعار خوارج وغیرہ کے لئے پڑھے ہوں۔ جب کہ خوارج حضرت امام حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے بھی دشمن تھے تو حضرت امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضرت امام حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو خوش کرتے ہوئے کہا ہو کہ میں آپ کے دشمنوں اور اپنے دشمنوں کے آگے جھکنے والا نہیں ہوں وغیرہ وغیرہ۔

سوال نمبر ۱۰: حضرت امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ حضرت حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے وصال پر خوش ہوئے چنانچہ تاریخ ابن خلکان میں ہے کہ وفات حضرت حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے دن حضرت ابنِ عباس، حضرت امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پاس گئے تو انہوں نے کہا کہ آپ کے اہل بیت میں ایک بڑا سانحہ (حادثہ) ہوا ہے ابنِ عباس نے فرمایا مجھے علم نہیں لیکن میں آپ کو اس سے خوش دیکھتا ہوں۔

جواب: مورخین حاطب اللیل ہیں (رطب و یابس جمع کرتے ہیں ان کا کوئی) اعتبار نہیں اگر روایتِ مذکورہ تسلیم کر لیں تو ان کا خوش ہونا ممکن ہے کسی اور وجہ سے ہو۔

پہلے بھی بارہا عرض کیا گیا ہے کہ مؤرخین کی باتیں ایسی ہی ہیں جیسے آج کل کے اخبارات کے بیانات، علاوہ ازیں بدگمانی سے بھی مسائل ثابت نہیں ہوتے۔ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی خوشی کو دلیل بنانا جہالت ہے اس لئے انسان کے اندرونی حالات وہ خود جانتا ہے تو ممکن ہے ان کی خوشی کسی ذاتی معاملہ ہو۔

سوال نمبر ۱۱: حضرت عمار رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے لئے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا ارشاد گرامی ہے کہ تجھے باغی گروہ قتل کرے گا۔[87]

(رواہ مسلم)

جواب: اہلسنّت کا اجماع ہے کہ جنہوں نے حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے جنگ کی اور امام برحق پر چڑھائی کی لیکن حضرت امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی یہ جنگ اجتہادی تھی جو صحابہ کے لئے معاف ہے، حضرت علامہ علی قاری علیہ الرحمہ شرح مشکوٰۃ میں لکھتے ہیں کہ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ اس حدیث کی یوں تاویل کرتے تھے کہ ہمارا گروہ تو خونِ عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا مطالبہ کرنے والا ہے (باغی بھی طلب کرنے والا)۔[88]

---

[87] (صحیح مسلم، کتاب الفتن وأشراط الساعة، باب لا تقوم الساعة حتی یمر الرجل بقبر الرجل، فیتمنی أن یکون مکان المیت، من البلاء، 2236/4، الحدیث 74/2916، مطبعة عیسی البابي الحلبي وشرکاه، القاهرة، عام النشر: 1374 هـ 1955 م)

[88] (مرقاة المفاتیح شرح مشکاة المصابیح، کتاب الفضائل، باب في المعجزات، 3785/9، الحدیث 5878، دار الفکر، بیروت–لبنان، الطبعة: الأولی، 1422هـ 2002م)

اگرچہ یہ جواب صحیح نہیں لیکن ہم اصل حقیقت کو واضح کرنا چاہتے ہیں وہ یہ کہ لفظ باغی کیا ہے۔اس کی تفصیل ملاحظہ ہو۔

لفظ باغی کے جوابات: مخالفین لفظِ باغی سے دھوکہ کھاتے ہیں اور دھوکہ دیتے ہیں، یہ قاعدہ مُسلّم ہے کہ سیدنا علی المرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے سیدنا امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو حقیقی باغی نہیں مانا بلکہ آپ نے انہیں بحیثیت مجتہد کے اپنا بالمقابل مانا ہے اگر انہیں حقیقی باغی سمجھتے تو ان سے کبھی صلح نہ کرتے اور ان دونوں بزرگوں نے آخر میں صلح کرلی۔ (بنایہ نہایہ) اور صلح کے علاوہ سیدنا علی المرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضرت امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے فضائل بھی بیان فرمائے۔ جیسے پہلے فقیر نے چند روایات نقل کی ہیں۔اگر امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ حقیقی باغی ہوتے تو سیدنا علی المرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ ان کی تعریف نہ کرتے اور نہ ہی فضائل بیان کرتے۔

سیدنا حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی صلح بلکہ مستقل خلیفہ مان کر ان کی بیعت کرنا تو شیعہ کو بھی مسلم ہے۔اگر واقعی حضرت امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ حقیقی باغی ہوتے تو سیدنا حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہرگز ان کی بیعت نہ کرتے اور سیدنا امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ ودیگر صحابہ کرام واہلبیت (رضی اللہ عنہم) بھی شامل تھے اگر حضرت امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ حقیقی باغی ہوتے تو سیدنا حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے جیسے یزید خبیث کی بیعت سے کھلم کھلا نہ صرف انکار بلکہ خونریز جنگ لڑ کر شہید ہوئے۔ یزید کے دور میں تو اکیلے خود مجتہد تھے یہاں تو دوسرے اکابر اہلبیت کے علاوہ سیدنا حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ بھی ساتھ تھے۔

ثابت ہوا کہ حدیث شریف میں لفظ باغی سے مراد حقیقی باغی نہیں بلکہ لفظ باغی سے اس کا لغوی معنیٰ مراد ہے یعنی مطالبہ کرنے والا اور وہ صحیح ہے کہ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے سیدنا عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے خون کا مطالبہ کیا اور اس میں ان کی کیا تَخصِیص (خصوصیت) ہے اس مطالبہ میں اور بھی اکابرِ صحابہ اور اُم المؤمنین سیدتنا عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا بھی شریک ہیں۔اور ان کا یہ مطالبہ اجتہادی خطاء تھی اور مجتہد اگرچہ خطاء کرے تب بھی اجر وثواب کا مستحق ہے۔

سوال نمبر ۱۲: حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے دیوان میں قاضی میبذی نے گمان کیا ہے کہ ابتر سے مراد حضرت امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہیں اور اس کی تائید میں وہ حدیث ذکر کی جو سورۂ کوثر کے نزول کا سبب ہے۔

جواب نمبر ۱: صحیح سند سے ثابت ہے کہ یہ دیوان حضرت علی کرم اللہ وجہہ کی طرف شیعہ کا منسوب کردہ ہے۔

جواب نمبر ۲: یہ کہاں ضروری ہے کہ شعر کا مطلب کوئی شارح مراد لے وہی حق ہو پھر شارح کی مراد دوسروں پر حجت کہاں۔

جواب نمبر ۳: خلیفہ وقت بطور تعزیر کسی کو سبّ وشتم کرے تو جائز ہے لیکن دوسروں کو جائز نہیں۔

جواب نمبر ۴: اکابر کے مابین جب طعن بالسنان (تلوار سے حملہ) ہوا تو پھر طعن باللسان ہوا بھی تو کوئی حرج نہیں یہ وقتی تھا لیکن پھر بھی دوسروں کو جائز نہیں کیونکہ دو بھائی اگر ایک دوسرے کو برا بھلا کہیں تو دوسروں کو یہ حق نہیں ہے کہ وہ بھی انہیں بُرا بھلا کہیں۔اس سے کئی اعتراضات کا جواب واضح ہو جاتا ہے۔

سوال نمبر ۱۳: زمخشری نے کشاف میں حضرت عبدالرحمن بن حسان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا یہ قول نقل کیا ہے کہ:

ــ أَلَا أَبْلِغْ مُعَاوِيَةَ بْنَ حَرْب... أَمِيرَ الظَّالِمِينَ نَثَا كَلَامِي [89]

یعنی خبردار حضرت امیر معاویہ بن حرب کو یہ میری گفتگو پہنچادو کہ تو ظالموں کا امیر ہے۔

جواب نمبر ۱: یہ شعر موضوع من گھڑت ہے۔

جواب نمبر ۲: زمخشری (معتزلی) غیر معتبر آدمی ہے بہت سی من گھڑت روایات نقل کرنے میں اسے کوئی باک نہیں مثلاً اس نے اپنی تفسیر کشاف میں روایتِ ذیل نقل کی جو بالکل من گھڑت اور ناقابلِ اعتبار ہے۔

ان میں سے ایک یہ ہے کہ امام مسلم نے اپنی صحیح میں عبدالرحمن ابن عبدرب الکعبۃ سے روایت کی ہے (وہ کلام طویل ہے) اس کا خلاصہ یہ ہے کہ حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہم نے کعبہ کے سایہ میں بیٹھ کر یہ حدیث مرفوعاً نقل کی ہے جو امام پر حملہ کرے اسے قتل کردو۔ عبدالرحمن نے ان سے کہا کہ یہ تیرے چچازاد معاویہ ہیں، جو ہمیں ایک دوسرے کا ناحق مال کھانے اور ناحق قتل کرنے کا حکم دیتے ہیں۔ عبداللہ کچھ دیر خاموش ہو کر بولے کہ اللہ کی اطاعت میں اس کی اطاعت کرو اور معاصی میں ان سے بچو۔[90]

فائدہ: دراصل اس کا مقصد حضرت امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی اس اجتہادی خطا کا اظہار تھا جو کہ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے جنگ کرنے اور اس پر پیسہ خرچ کرنے کی صورت میں امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے خطا ہوئی تھی۔ زمخشری کا معتزلی ہونا اور اس کی تفسیر کا غیر معتبر ہونا سب کو مسلم ہے پھر یہ کہاں کا اصول ہے کہ دلیل میں بدمذہب کا حوالہ پیش کیا جائے۔ بالخصوص اس کی اس کتاب کا جو متفقہ طور پر غیر معتبر ہو۔

سوال نمبر ۱۴: کئی لوگوں نے ذکر کیا ہے کہ محدث جلیل ابو عبدالرحمن احمد نسائی سے اہلِ شام نے سوال کیا کہ ہمیں حضرت امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی فضیلت کی کوئی حدیث سنایئے۔ انہوں نے کہا ''لَا أَشْبَعَ اللّٰهُ بَطْنَهُ''[91] (یعنی اللہ اس کا پیٹ نہ بھرے) کے سوا مجھے اس کے بارے میں کوئی حدیث یاد نہیں۔ ایک اور حدیث میں ہے کہ ''کیا معاویہ اس پر راضی ہے کہ وہ برابر چھوٹ جائیں۔'' باقی روایاتِ فضیلت ڈھونگ ہیں۔ اس پر اہلِ شام نے ان کو خوب مارا یہاں تک کہ اسی سے بیمار ہو کر فوت ہوئے۔

جواب: اہلِ شام کا مقصد تھا کہ امام نسائی حضرت امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ پر فضیلت کی کوئی حدیث سنائیں۔ امام نسائی اہلِ شام کے سُوءِ ادب سے ناراض ہوئے یہ بات تو ان کی اچھی تھی، لیکن جب امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی امام نسائی نے توہین کی تو اہلِ شام نے آپ کو مارا اور یہ امام نسائی کی خطا ہے، علاوہ ازیں ہر محدث اپنی شرائط پر روایت احادیث کرتا ہے اور ممکن ہے کہ امام نسائی کے ہاں حضرت امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ

---

[89] (تفسير الكشاف، يونس: 109، 4713/2، دار الكتاب العربي ببيروت، الطبعة: الثالثة 1407 هـ 1987 م)

[90] (صحيح مسلم، كتاب الإمارة، باب وجوب الوفاء ببيعة الخلفاء، الأول فالأول، 1472/3، الحديث 46/1844، مطبعة عيسى البابي الحلبي وشركاه، القاهرة، عام النشر: 1374 هـ 1955 م)

[91] (صحيح مسلم، كتاب البر والصلة والآداب، باب من لعنه النبي صلى الله عليه وسلم أو سبه أو دعا عليه وليس هو أهلا لذلک كان له زكاة وأجرا ورحمة، 2010/4، الحديث 2604/96، مطبعة عيسى البابي الحلبي وشركاه، القاهرة، عام النشر: 1374 هـ 1955 م)

کے بارے میں صرف وہی حدیث صحیح ہو اور آپ نے نقل کی ہو تو اس سے آپ کی مراد حضرت امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی فضیلت ہو جیسا کہ ہم نے اس روایت سے ان کی فضیلت ثابت کی۔ لیکن اہلِ شام نے اسے غلط سمجھا، یا پھر انہوں نے اپنی ضد کی وجہ سے کہ اس محدث نے ہمارے کہنے پر حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ پر حضرت امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو فضیلت کیوں نہ دی تو ان کا مارنا اہلِ شام کی جہالت کی وجہ سے تھا۔ اور جہلاء کے افعال قابلِ استدلال نہیں ہوتے۔

تعارف امام نسائی: آپ خراسان کے ایک مشہور شہر نسا میں پیدا ہوئے۔ آپ کا اسم گرامی احمد بن شعیب بن علی بن سنان بن بحر بن دینار ہے جن کی کنیت اَبُو عبدالرحمن ہے۔ پیدائش میں اختلاف ہے لیکن ان کے اپنے قول اور حافظ ابنِ حجر کے فرمان کے مطابق ۲۱۵ھ بنتی ہے۔ آپ ۲۳۵ھ میں قتیبہ بن سعید کے پاس علم حدیث حاصل کرنے کے لئے جاتے ہیں۔ آپ کے اساتذہ میں سے حضرت قتیبہ ابنِ سعید، حضرت محمد ابنِ بشار ابو داؤد اور ابنِ ریحان ابن اشعث کے نام سرِ فہرست ہیں۔ اور آپ سے روایت کرنے والے ابو القاسم طبرانی، ابو جعفر طحاوی اور حافظ ابو بکر احمد بن اسحاق السّنی مشاہیر محدثین میں شمار کئے جاتے ہیں۔ مذہب شافعی اور سنت کی پابندی آپ کا خصوصی امتیاز تھا۔ آپ متعدد کتب کے مصنف ہیں۔ قاضی و حافظ تھے آپ نے اتنے لوگوں سے سنا جن کا شمار نہیں کیا جا سکتا۔ آپ کا شمار مسلمانوں کے جلیل القدر اماموں میں ہوتا ہے، آپ ہمیشہ ایک دن روزہ رکھتے اور ایک دن افطار فرماتے تھے، اس کے باوجود کہ چار بیویاں اور متعدد لونڈیاں پاس تھیں۔ گوشت آپ کی پسندیدہ غذا تھی، آپ کے لئے بڑے موٹے موٹے مرغ خرید کئے جاتے تھے۔ چہرے پر ملاحت اور خون کی سرخی ان کے بدن پر نمایاں تھی اسی وجہ سے، ایک طالب علم نے ان پر نَبِیْذ (انگور کے سوا دوسرے میووں یا غلوں سے تیار کی ہوئی شراب) پینے کا الزام لگایا جب اُن سے پوچھا گیا تو آپ نے فرمایا نبیذ حرام ہے۔ آپ کے زمانہ میں خراسان، عراق، مصر، حجاز، جزائر وغیرہ میں عرفان و اتقان اور حدیث کے فن میں کوئی مقابل نہیں۔ بعض لوگ ان کو اس لئے بُرا کہتے ہیں کہ انہوں نے "کتاب الخصائص" میں فضائل حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ لکھے دیگر صحابہ کی سیرت سے اجتناب کیا جب ان سے اس بارے میں سوال کیا گیا تو انہوں نے جواب دیا کہ دمشق میں لوگ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے منحرف تھے اس لئے ان کی ہدایت کے لئے یہ کتاب تحریر کی۔ ان کے تقویٰ و پرہیزگاری کا یہ عالم تھا کہ حارث سے کسی وجہ سے رنج ہو گیا تھا اعلانیہ اس کی مجلس میں نہیں جا سکتے تھے، مکان کے کونے میں چھپ کر حدیث سنتے تھے تاکہ حارث ابن سکین دیکھ نہ سکیں صرف ان کی آواز سنتے تھے اسی وجہ سے اب روایت کرتے وقت حدثنا یا اخبرنا کا لفظ نہیں بولتے۔ سننِ کبریٰ کی تصنیف سے جب فارغ ہوئے تو رملہ کے امیر نے پوچھا کیا یہ سب احادیث صحیح ہیں تو آپ نے جواب دیا نہیں۔ تو پھر امیر کہتا ہے کہ صحیح احادیث جمع کرو، تو ان کے کہنے پر صحیح مختصر میں جس کو مجتبےٰ بھی کہتے ہیں، جمع کیں۔ یہ ٹھیک ہے کہ بخاری و مسلم کے درجہ پر نسائی فائز نہیں لیکن اس کے باوجود حافظ ذہبی کے قول کے مطابق صحاح میں ان کو تیسرا مقام حاصل ہے۔ کتاب کی عظمت و جلالت کے لئے اتنا ہی کافی ہے کہ اسے گیارہ سو سال سے کتب صحاح ستہ میں شمار کیا جاتا ہے۔ متعلم پڑھتے وقت ان کے حسنِ کلام پر ششدر و حیران رہ جاتا ہے۔ (سب سے پہلے عربی حاشیہ پاک و ہند کے نامور عالم و محدث مولانا وصی احمد محدث سورتی علیہ الرحمہ نے لکھا) آپ کتاب الخصائص تصنیف کرنے کے بعد چاہتے ہیں کہ اس کو دمشق کی جامع مسجد میں سنا دیں، چنانچہ خود امام نسائی اس کتاب کو لے کر کوفہ کی جامع مسجد میں جاتے ہیں۔ بیان شروع کرتے ہیں تھوڑا سا بیان کیا ہی تھا کہ ایک شخص کھڑا ہو کر بولتا ہے، کہ تم نے حضرت امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے متعلق بھی کچھ لکھا ہے۔ اس وقت آپ پر شیعہ ہونے کا الزام لگا کر خوارج لاتوں سے مارنا شروع کرتے ہیں۔ زَدْوکُوب (مار کٹائی) کیا جاتا ہے، ضربیں بغلیں اور پسلیوں پر لگتی ہیں بے ہوش ہو کر گر جاتے ہیں، نیم جان حالت میں آپ کہتے ہیں کہ مجھے مکۃ المکرمہ لے چلو یا راستے میں مر جاؤں گا یا مکہ

مکرمہ میں ہی مروں، چنانچہ آپ کو مکہ مکرمہ روانہ کیا جاتا ہے۔ ۱۳ صفر المظفر ۳۰۳ھ یا ۱۳ شعبان کو رملہ جو ملک فلسطین میں ہے وصال ہو جاتا ہے۔ وہاں سے آپ کا جنازہ مکہ مکرمہ پہنچایا جاتا ہے۔ صفاو مروہ کے درمیان مدفون ہوئے۔

سوال نمبر ۱۵ : بہت سی احادیثِ صحیحہ و حسن میں ان لوگوں کے بارے میں شدید وعید آئی ہے جو حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے بغض رکھیں یا آپ سے لڑائی لڑیں۔

جواب نمبر ۱ : حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے توان حضرات نے بھی لڑائی کی جن کے متعلق جنت کی بشارت قطعی ہے مثلاً بی بی عائشہ وطلحہ وزبیر (رضی اللہ عنہم اجمعین) اس سے ضروری ہوا کہ احادیثِ وعید کو غیر صحابہ پر محمول کرنا واجب ہے۔

جواب نمبر ۲ : یہ احادیث وعید ان لوگوں کے لئے ہیں جو مُتَعَصِّب (ہٹ دھرم) ہوں اور مجتہد نہ ہوں اور غیر صحابہ ہوں جیسے حروریہ (خوارج) لازماً ان وعیدوں کو ان لوگوں پر محمول کیا جائے۔ آج بھی ہم یہی کہتے ہیں کہ جسے سیدنا علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے بغض وعداوت ہے وہ جہنمی ہے۔ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ ودیگر اکابرِ صحابہ (رضی اللہ عنہم) سے مخالفت کرنا از راہِ بغض وعداوت نہ تھا بلکہ شرعی حیثیت سے ایک حق اور جائز مطالبہ تھا۔ یہ ایسے ہے جیسے سیدہ طیبہ طاہرہ فاطمۃ الزہرہ رضی اللہ عنہا نے سیدنا علی المرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے جائز اور اپنے حق کا مطالبہ کیا، ان کی موجودگی میں کسی اور سے نکاح نہ کریں۔ سیدنا علی المرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نکاح پر مُصِر (اصرار کرنے والے) ہوئے تو بی بی فاطمہ رضی اللہ عنہا ناراض ہوئیں۔ بلکہ بقول ملّا باقر علی مجلسی دو صاحبزادوں کو لے کر حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے گھر چلی گئیں۔ (جلاء العیون)

سوال نمبر ۱۶ : حدیث شریف "خلافت تیس سال ہوگی (پھر ملوکیت) بھی۔" حضرت امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے لئے موجب اعتراض ہے چنانچہ، حضر تسفینہ مولی رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے مرفوعاً مروی ہے کہ خلافت تیس سال ہوگی۔ پھر سلطنت ہوگی۔ حضرت سفینہ فرماتے تھے کہ حضرت ابو بکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی خلافت دو سال، حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی دس سال، حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی بارہ سال اور حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی چھ سال گن لو یہ پورے تیس سال ہوئے۔[92] (رواہ احمد والترمذی وابو داؤد والنسائی)

فائدہ: احمد وترمذی وابویعلی وابن حبان کی ایک روایت میں ہے کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ، خلافت میرے بعد میری امت میں تیس سال ہوگی اس کے بعد سلطنت (حکومت) ہوگی۔[93]

---

[92] (مسند الإمام أحمد بن حنبل، تتمة مسند الأنصار، حديث أبي عبد الرحمن سفينة مولى رسول الله صلى الله عليه وسلم، 256/36، الحديث21928، مؤسسة الرسالة، الطبعة: الأولى، 1421 هـ 2001م)

(سنن أبي داود، كتاب السنة، باب في الخلفاء، 211/4، الحديث4646، المكتبة العصرية، صيدا بيروت)

(سنن الترمذي، أبواب الفتن، باب ما جاء في الخلافة، 503/4، الحديث 2226، شركة مكتبة ومطبعة مصطفى البابي الحلبي – مصر، الطبعة: الثانية، 1395 هـ 1975م)

[93] (مسند الإمام أحمد بن حنبل، تتمة مسند الأنصار، حديث أبي عبد الرحمن سفينة مولى رسول الله صلى الله عليه وسلم، 256/36، الحديث21928، مؤسسة الرسالة، الطبعة: الأولى، 1421 هـ 2001م)

امام بخاری نے تاریخ میں اور حاکم ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کی کہ خلافت مدینہ میں ہوگی اور سلطنت شام میں۔[94]

جواب: تیس سال کے بعد ''خلافت علیٰ منہاج النبوۃ'' کی نفی مراد ہے اس لئے کہ بارہ خلفاء کی حدیث صحیح ہے۔یعنی تیس سال وہ خلافت کاملہ رہے گی جس میں سُنّت کی مخالفت کا شائبہ تک نہ ہوگا اور وہ بلا تخلل وانقطاع (اختتام) جاری رہے گی پھر خلل کا وقوع شروع ہو جائے گا۔

ہمیں اعتراف ہے کہ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ عالم و متقی عادل تھے لیکن خلفاء اربعہ کے علم وورع (پرہیز گاری) وعدل سے کم۔یہ ایسے ہے جیسے اولیاء کرام کے درجات میں تفاوُت (اختلاف) ہوتا ہے بلکہ ملائکہ کرام میں بھی یہ تفاوت موجود ہے۔اور انبیاء کرام کے درجات کا تفاوت تو نص قطعی سے ثابت ہے۔حضرت امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی امارت اجماع صحابہ اور بعد تسلیم امام حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے اگرچہ صحیح اور درست ہے لیکن ان خلفاء سابقہ رضی اللہ عنہم کے طریقہ پر نہ تھی کیونکہ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ان مُباحات (جائزامور) کو وسعت دی جن سے خلفاء سابقہ کو احتراز تھا لیکن ہم تو یوں عقیدہ رکھیں۔ ''حَسَنَاتُ الْأَبْرَارِ سَيِّءَاتُ الْمُقَرَّبِينَ''[95] (یعنی ابرار کی نیکیاں مقربین کے تو گناہ ہوتے ہیں۔) اور ممکن ہے ان کا مُباحات کا توسیع (نرمی برتنا) ابنائے زمانہ (اس زمانے کے لوگوں) کے قصورِ ہمت (کمزوری) کی وجہ سے ہوا اگرچہ وہ چیز ان میں نہ تھی جیسا کہ گذرا اور خلفاء اربعہ رضی اللہ عنہم کا عبادات و معاملات میں رجحان ظاہر ہے۔

سوال نمبر ۷ ا: بعض لوگ کہتے ہیں کہ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ حضور سرور عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے کاتب ضرور تھے لیکن کاتبِ وحی نہ تھے؟

جواب نمبر ا: حضور سرور عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی معمولی نسبت بھی اللہ تعالیٰ کے نزدیک بہت بڑی ذی قدر و اعلیٰ منزلت کی حامل ہے، جیسا کہ سورۃ العادیات کی ابتدائی آیات سے ظاہر ہے اور آپ کا کاتب ہونا تو عظیم عہدہ ہے، حکومت کے صدر یا وزیر اعظم کا پرائیویٹ سیکرٹری کی کتنی اونچی شان سمجھی جاتی ہے اور حضرت امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ تو شہنشاہ کونین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے کاتب ہیں کوئی ان کی عزت و احترام سے دل کو محروم رکھتا ہے تو اس جیسا محروم القسمۃ کون ہوگا۔

جواب نمبر ۲: بعض محدثین کرام نے تصریح فرمائی ہے کہ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نہ صرف کاتب تھے بلکہ کاتب الوحی بھی تھے۔چنانچہ امام احمد بن محمد قسطلانی علیہ الرحمہ نے شرح صحیح بخاری میں لکھا ہے:

(سنن الترمذی، أبواب الفتن، باب ما جاء في الخلافة، 503/4.الحديث 2226، شركة مكتبة ومطبعة مصطفى البابي الحلبي – مصر، الطبعة: الثانية، 1395 هـ 1975م)

(مسند الإمام أحمد بن حنبل، النوع الثامن، ذكر الخبر الدال على أن الخليفة بعد عثمان بن عفان كان علي بن أبي طالب رضوان الله عليهما ورحمته وقد فعل. 204/4.الحديث3278، دار ابن حزم – بيروت، الطبعة: الأولى، 1433 هـ 2012م)

[94] (التاريخ الكبير للبخاري، باب (س)، سليمان بن أبي سليمان الشيباني، مولاهم، أبو إسحاق.. 568/4.الحديث4657، الناشر المتميز للطباعة والنشر والتوزيع، الرياض، الطبعة: الأولى، 1440 هـ 2019م)

[95] (الجامع الصحيح المختصر، صحيح البخاری، كتاب الأنبياء، باب واذكر عبدنا داود ذا الأيد إنه أواب، 1257/3، دار ابن كثير، اليمامة بيروت)

" قال: (سمعت معاوية) بن أبي سفيان صخر بن حرب كاتب الوحي لرسول الله صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ "[96]

نوٹ: اس کے علاوہ مزید حوالے فقیر کی تصنیف "فضائلِ معاویہ" میں پڑھیئے۔

جواب نمبر ۳: کوئی کاتب الوحی نہیں مانتا، لیکن اسے مطلق کاتب الرسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے انکار نہیں ہو سکتا اور یہ عہدہ بھی عزت و وقار کے اعتبار سے کوئی معمولی عہدہ نہیں۔ کسی مملکت کے سربراہ کے پرائیویٹ سیکرٹری کو دیکھ لیجئے کہ اسے عوام و خواص کتنا عزت و احترام سے دیکھتے ہیں اور حضرت امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ شہ کونین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے پرائیویٹ سیکرٹری (کاتبِ خاص) ہیں انہیں گالی دینا ان سے بغض و عداوت اور دشمنی کرنا مسلمان کی شان کے خلاف ہے۔ اگر کوئی نہیں سمجھتا تو پھر وہ خود کو جہنم کے داخلے کے لئے تیار رکھے۔

وما علينا الا البلاغ المبين

و صلی اللّٰہ تعالیٰ علی حبیبه الکریم الامین و علی آله و اصحابه اجمعین

مدینے کا بھکاری

الفقیر القادری ابوالصالح محمد فیض احمد اُویسی رضوی غفرلہ

۲۶ ربیع الآخر ۱۴۲۴ھ

بروز جمعۃ المبارک، قبل اذان الجمعہ

بہاول پور۔ پاکستان

☆......☆......☆

---

96) (إرشاد الساري لشرح صحيح البخاري، كتاب العلم، باب من يرد الله به خيرا يفقهه في الدين، 170/1، الحديث71، المطبعة الكبرى الأميرية، مصر، الطبعة: السابعة، 1323 هـ)